مُسلسل اِشاعت کے ۵۳ سال

اظہارِ رائے اور توہین رسالت ﷺ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ ۵ جلد ۱۹ جمادی الاول ۱۴۳۶ھ مارچ 2015

Email: khatmenubuwwat@ymail.com

اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت

جناب قاری محمد ابراہیم رحیمی

گستاخ رسول ﷺ کے خلاف
لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ

دُنیائے تحقیق وتخلیق میں
نئے انسائیکلوپیڈیا کا اضافہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۵ ○ جلد: ۱۹

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ	مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ	خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ
حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ	فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ	حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ	پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ	حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
صاحبزادہ طارق محمودؒ	حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوریؒ

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمٰن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلسِ منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفیٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم

دنیائے تحقیق وتخلیق میں نئے انسائیکلو پیڈیا کا اضافہ	مولانا اللہ وسایا	3

مقالات ومضامین

اظہار رائے اور توہین رسالت	عبدالرحمٰن چارسدوی	5
اصلاح معاشرہ کیلئے روشن مثال	ڈاکٹر دین محمد فریدی	8
اتحاد بین المسلمین......وقت کی اہم ترین ضرورت	محمد متین خالد	11

شخصیات

ایک عجب مرد درویش......حضرت میاں سراج احمد دین پوریؒ	مولانا غلام رسول دین پوری	22
یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد نافعؒ	مولانا اللہ وسایا	31
جناب قاری محمد ابراہیم رحیمیؒ	مولانا اللہ وسایا	34
شیخ طریقت حضرت مولانا پیر بشیر احمد شاہ جمالیؒ	سید محمد اکبر شاہ بخاری	37

رد قادیانیت

مغالطے اور ائمہ مساجد کے ذمہ داری	مولانا محمد اقبال	40
گستاخ رسول کے خلاف لاہور ہائیکورٹ کا تاریخی فیصلہ	ترجمہ: محمد نوید شاہین ایڈووکیٹ	42
احتساب قادیانیت جلد ۵۶ کا مقدمہ	مولانا اللہ وسایا	50

متفرقات

تبصرہ کتب	مولانا عبداللہ معتصم	54
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	55

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم

دنیائے تحقیق وتخلیق میں نئے انسائیکلوپیڈیا کا اضافہ

ایک ضروری معلوماتی خط جماعتی رفقاء کو لکھا گیا۔ ذیل میں اسے ملاحظہ فرمائیں:

بخدمت جناب .... صاحب زیدمجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

......	قادیانیت کے خلاف ابتداء سے آج تک جو لکھا گیا اس میں سے وہ کتب ورسائل جو ایک بار شائع ہوئے اور پھر نایاب ہوگئے جنہیں اب تلاش کرنا یا ان سے استفادہ کرنا ممکن نہ رہا۔ ان کو دوبارہ شائع کرنے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ''ایک منصوبہ'' کا آغاز کیا تاکہ ردقادیانیت پر لکھنے والے حضرات کی نایاب کتب ورسائل یکجا کردیئے جائیں۔
......	چنانچہ ۱۹۸۹ء میں اس منصوبہ پر کام کا آغاز ہوا اور ''احتساب قادیانیت'' کے نام سے نایاب کتب ورسائل کو یکجا کرنا شروع کیا گیا۔
......	علم دوست یہ جان کر خوشی محسوس کریں گے کہ پچیس سال کی محنت شاقہ سے ''احتساب قادیانیت'' کی ''ساٹھ (۶۰)'' جلدیں مکمل ہوگئی ہیں۔ ان میں سے اٹھاون چھپ چکی ہیں۔ دوجلدیں پریس میں ہیں۔
......	احتساب قادیانیت کی ان ساٹھ جلدوں میں تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء کرام، مفتیان عظام، مناظرین، اہل قلم، دانشور حضرات، حتیٰ کہ سابق قادیانی یا قادیانی قیادت سے بیزار قادیانیوں اور مسیحی قلمکاروں سمیت تین سوستاون (۳۵۷) حضرات کے سات سوستتر (۷۷۷) رسائل وکتب جمع کردیئے گئے ہیں۔ ساٹھ جلدوں کی ضخامت چونتیس ہزار (۳۴۰۰۰) صفحات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ بجاطور پر ردقادیانیت کا یہ ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔

۞......	ساٹھ جلدوں پر احتساب قادیانیت کے سلسلہ کو مکمل طور پر بند کردیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ احتساب قادیانیت کی جلد اوّل سے لے کر جلد ساٹھ تک مکمل سیٹ گیارہ ہزار دوسو (۱۱۲۰۰) روپے میں دستیاب ہے۔ آج کے بعد جو جلد شارٹ ہوگی وہ دوبارہ شائع نہیں کی جائے گی۔ اس لئے جن دوستوں نے مکمل سیٹ خریدنا ہے یا اپنے سیٹ کو مکمل کرنا ہے وہ اوّلین صورت میں اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ ورنہ بعد میں نامکمل سیٹ پر اکتفا کرنا ہوگا۔
۞......	احتساب قادیانیت جلد اوّل یکصد روپیہ...... جلد نمبر۲ سے جلد نمبر۲۵ تک فی جلد ڈیڑھ صد روپیہ...... جلد نمبر۲۶ سے لے کر جلد نمبر۵۵ تک فی جلد دوسو روپیہ...... جلد نمبر۵۶ سے جلد نمبر۶۰ تک فی جلد تین صد روپیہ کے حساب سے ساٹھ (۶۰) جلدوں کی کل قیمت گیارہ ہزار دوسو (۱۱۲۰۰) روپے بنتی ہے۔ جس صاحب کو جونسی اور جتنی جلدیں درکار ہوں اتنی رقم پیشگی بھجوانا ضروری ہے۔ امید ہے کہ رفقاء اپنے اپنے ''احتساب قادیانیت'' کے سیٹ کو جلد مکمل کرلیں گے۔ ردقادیانیت پر اتنا بڑا خزانہ، خالصتاً توفیق الٰہی سے اس کا حصول ممکن ہوا۔
۞......	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایک تبلیغی ادارہ ہے۔ منافع پر کتب شائع نہیں کی جاتیں۔ قریباً لاگت پر مجلس، رفقاء کو کتب مہیا کرتی ہے۔ گیارہ ہزار میں ساٹھ جلدیں...... کیا یہ ریکارڈ نہیں؟ اعزازی کتب کے لئے حکم نہ فرمائیں۔ ہمیں انکار کرنے میں بہت ہی شرمساری اٹھانا پڑتی ہے۔ مطلوبہ کتب کے لئے پیشگی رقم کا منی آرڈر آنا ضروری ہے۔ دینی مدارس کے حضرات سے خصوصی درخواست ہے کہ وہ اپنے مدرسہ/ جامعہ کی لائبریری کے لئے مکمل سیٹ رکھوانے کے لئے خاص توجہ فرمائیں۔ یہ ایک ضرورت بھی ہے اور تعاون بھی۔ امید ہے کہ توجہ فرمائی جائے گی۔
۞......	رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا آن لائن...... بنام مکتبہ سراجیہ...... مسلم کمرشل بینک لوہاری گیٹ ملتان برانچ...... اکاؤنٹ نمبر 1127-1615-4 پر بھجوائیں اور پھر مکمل پتہ کے ساتھ رابطہ کریں، تاکہ کتب بھجوائی جاسکیں۔

رابطہ کے لئے: مولانا حافظ محمد انس صاحب 0301-7500173،

جناب عزیز الرحمٰن رحمانی صاحب 0333-8827001

والسلام!

(مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری

دفتر مرکزیہ ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

اظہار رائے اور توہین رسالت

عبدالرحمٰن چارسدوی

کسی بھی انسان کے علم حاصل کرنے کے لئے تین بڑے اور بنیادی ذرائع ہیں:

۱......حواسِ خمسہ

دیکھنا، چکھنا، سونگھنا، چھونا اور سننا ہیں۔ ان کا علم، اعضائے انسانی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اس میں عقل کے استعمال کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ دیکھنے، سننے میں عقل کی ضرورت نہیں۔

۲......عقلِ سلیم

عقل کے ذریعے انسان اپنے مشاہدات میں غور وفکر کر کے نتیجے تک پہنچ سکتا ہے۔ تمام دنیا کے علوم وفنون عقل کی مدد سے حاصل ہوتے ہیں۔

۳......وحی الٰہی

عقل کی حد جہاں ختم ہوتی ہے، وہیں سے وحی الٰہی کے علم کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس لئے یہ علم عقل سے ماوراء ہے جو صرف نبی اکرم ﷺ کے واسطے سے ہم تک پہنچا ہے۔ اس میں نری عقل کچھ نہیں کر سکتی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کسی حکم یعنی حلال وحرام کا حکم اپنی عقل سے نہیں لگا سکتے۔ اسی لئے شریعت کے احکام کو مقدم رکھتے ہوئے عقل کو تابع رکھنا چاہئے۔ اگر شریعت کو عقل کے تابع کر دیا تو یہ عقل گمراہی اور جہنم کی طرف لے جائے گی۔ آج کل ذرا نظر اٹھا کر دیکھا جائے تو بڑے بڑے پروفیسر اور دانشور ''کلمة الحق ارید به الباطل '' کا مصداق اسٹیجوں، ذرائع ابلاغ اور درس قرآن کے حلقے سجا کر لوگوں کو اس بات کی تعلیم دے رہے ہیں کہ دینی احکام کو عقل کے ذریعہ پرکھا جائے، جو عقل میں آئے اور جس میں نفس کی چھوٹ دکھائی دے تو وہ دین ہے اور جو عقل میں نہ آئے تو وہ خالص بے دینی ہے۔ ''اعاذ نا الله من ذلک '' حالانکہ دین خالص وہی ہے جو نبی ﷺ لے کر آئے، اب عقل کے ذریعہ اس کے احکامات نہ تو بدلے جاسکتے ہیں اور نہ ہی تبدیل ہوسکتے ہیں، قرآن میں ارشاد فرمایا گیا: ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا '' ﴿آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو کامل ومکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔﴾

اب قیامت تک آنے والے ہر ہر انسان کے لئے یہ دین کافی وشافی ہے۔ اپنی طرف سے دینی احکام اور دین کے مسلمہ ضابطوں میں قطع وبرید قطعاً ناجائز ہے۔ اسی وجہ سے ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ آزادیٔ اظہار رائے کا تعلق عقل کے صحیح استعمال سے ہے اور اس کو دین کے کسی قطعی اور منصوصی حکم کی مخالفت میں استعمال کرنا بے دینی اور جہالت محض ہے۔ البتہ اس اظہار رائے کو دنیا اور اس کی چیزوں میں

استعمال کرنا عقل اور رائے کا صحیح استعمال ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹروں اور طبیبوں کی رائے اور تجویز کسی مریض کے بارے میں درست سمجھی جاتی ہے۔ جبکہ کسی بھی عام آدمی کی رائے مریض کے مرض کے متعلق اگرچہ آزادی اظہار رائے ہے لیکن تسلیم نہیں کی جاتی۔ بلکہ دیوانے کی بڑ سمجھی جاتی ہے اور اس کو خبطی سمجھا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک عام غیر معتبر آدمی کی رائے دینِ اسلام میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ بلکہ ایسے لوگ خبطی، جاہل اور دقیانوسی کہلاتے ہیں۔ البتہ مذہب اسلام کے مقتدر علمائے کرام قرآن وسنت کی روشنی میں کوئی رائے دیں تو ان کی رائے معتبر، معقول اور عقل سلیم کا نتیجہ ہے۔ ایسی اظہار رائے کی آزادی جس میں صرف اور صرف کوری عقل کو بنیاد بنایا جائے، یہ خواہشات نفسانی کی اتباع ہے دین اسلام کی نہیں، جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ''افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ افانت تکون علیہ وکیلا (الجاثیہ: ۳۲)'' ﴿اللہ کے رسول ﷺ سے ارشاد ہے بھلا اس شخص کا ذمہ آپ لے سکتے ہیں جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود و الٰہ بنالیا۔﴾

یاد رکھئے! ایسی کورانہ عقل اور دقیانوسیانہ ذہنیت کی رائے، ضلالت اور گمراہی کے ساتھ ساتھ غلامانہ ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے، چنانچہ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ۔

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پر رضامند   ہے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ
لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازِ تجدید   مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

جب ایک غیر مسلم اپنی عقل، اسلام کے کسی حکم یا اسلام کی کسی عظیم شخصیت کے بارے میں استعمال کرتا ہے تو یہ اسلام دشمنی کی دلیل ہوا کرتی ہے، آج بھی اس فرسودہ عقل کے ذریعہ حضور کی ناموس پر حملہ کیا گیا اور اس کو اظہار رائے سے تعبیر کیا گیا، یہ اظہار رائے نہیں، بلکہ دلوں کی غلاظت اور مسلمانوں سے بغض وعداوت کا مظاہرہ ہے، کیونکہ دنیا کا کوئی بھی مذہب اس بات کی عقلاً اجازت نہیں دیتا کہ کسی دوسرے مذہب کے رہنما پر کسی طرح کا بہتان باندھا جائے۔ حضور اکرم ﷺ سے ایک مسلمان کی محبت کا اظہار یہ ہے کہ وہ شاتمین رسول سے توہین رسول کا بدلہ لئے بغیر چین سے نہ بیٹھے، اس لئے کہ یہ ایمان اور ایمانی غیرت کے منافی ہے۔ حضور ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ دین اسلام پر حملہ کے مترادف ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔'' (مشکوٰۃ:۳۱) یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ سے محبت جزو ایمان ہے اور ایسی بنیاد ہے کہ اگر خدانخواستہ یہ بنیاد ٹوٹ گئی تو ایمان بھی باقی نہیں بچتا۔ اعاذنا اللہ من ذلک

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
گر اس میں ہو کچھ خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اللہ رب العزت نے رسول اللہ کو ایذاء دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ''ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا (الاحزاب:۵)''

﴿بے شک جولوگ اللہ اوراس کے رسول کوایذاء پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیاوآخرت میں ان پر لعنت بھیجتا ہے اوران کے لئے رسوا کردینے والا عذاب تیارکررکھا ہے۔﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول کی تکلیف کو اپنی تکلیف قرار دیا اور تکلیف چاہے جسمانی ہو، سب وشتم یا گستاخی رسول کی صورت میں ہو، سب مراد ہے۔ اس آیت میں دو لعنتوں کا بیان ہے:

ا...... دنیا کی لعنت۔ ۲...... آخرت کی لعنت۔

دنیاوی لعنت سے مراد ایمان سے اخراج اور سزائے موت کا دیا جانا اور آخرت کی لعنت سے مراد آخرت میں اللہ کی رحمت سے دوری اور رسوا کردینے والا شدید عذاب مراد ہے۔

خود حضور اکرم ﷺ کی مبارک زندگی میں جس نے بھی توہین رسالت کا جرم کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے قتل کی سزا تجویز کی۔ فتح مکہ کے موقع پر شاتم رسول ابن خطل کعبہ کے پردے پر لٹکا ہوا تھا تا کہ کوئی اسے قتل نہ کرسکے، اس کے باوجود حضور ﷺ نے حکم فرمایا: ''اس کو قتل کردو اگرچہ کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا کیوں نہ ہو۔'' چنانچہ حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ اور سعد بن حریثؓ نے جاکر اس کو قتل کردیا اور دیوار کعبہ کے نیچے اس کا خون بہایا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ توہین رسالت اتنا قبیح جرم ہے کہ اگر مجرم کعبہ کے پردوں سے بھی لٹکا ہوا ہو تو وہ مباح الدم ہوجاتا ہے۔ اس ابن خطل کے ساتھ حضور ﷺ نے دس مردوں اور چھ عورتوں کے بارے میں بھی توہین رسالت کے پیش نظر قتل کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: ''اینما ثقفوا اخذو وقتلو تقتیلا (الاحزاب:۶۱)'' یعنی جہاں ملیں تو پکڑ لئے جائیں اور قتل کردیئے جائیں۔ چھ عورتوں میں سے ہندہ زوجہ ابوسفیان کو حضور ﷺ نے معاف کردیا اور بقیہ دس مردوں اور پانچ عورتوں کو قتل کرادیا، اسی طرح ابولہب کے بیٹے نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تو حضور ﷺ نے اس کے حق میں بددعا فرمائی کہ: ''یا اللہ! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط فرمادے، آپ کی دعا قبول ہوئی اور اس کو کسی درندے نے ہلاک کردیا۔ کتب تاریخ میں اس جیسے کئی واقعات منقول ہیں کہ سب ہی شاتمین رسول کے ساتھ قتل والا معاملہ کیا گیا۔ بڑے بڑے علم فقہائے کبار کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرتکب توہین رسالت کو فوراً قتل کردیا جائے۔'' چنانچہ قاضی عیاض مالکیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک توہین رسالت کا مرتکب مباح الدم ہے، یعنی اس کا خون بہانا جائز ہے۔'' (الشفاء)

مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات واضح ہوئی کہ شاتمین رسول کی سزا دنیا میں سزائے موت ہے۔ عقل کا شریعت کے کسی حکم کے بارے میں بلاضرورت استعمال کرنا (جبکہ شریعت کا واضح حکم عقل کے خلاف ہو) جرم عظیم، جہالت اور دین سے بیزاری کی علامت اور گمراہی کی راہ دکھانے والی ہے۔

اس لئے اظہار رائے کی آڑ میں حضور ﷺ کی عزت وناموس کو نشانہ بنانا، اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ اس معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر ہمیں چاہئے کہ جن ممالک میں توہین رسالت کا ارتکاب ہوا ہے، ان کے ممالک کی جتنی اشیاء ہیں، ان سب کا اس وقت تک مقاطعہ یعنی بائیکاٹ کیا جائے، جب تک شاتمین رسول اوران کی حکومتیں اس پر اعلانیہ معافی نہیں مانگ لیتیں۔

اصلاح معاشرہ کیلئے روشن مثال

ڈاکٹر دین محمد فریدی

عالم اسلام کے حالات جس تیزی سے بگڑ رہے ہیں ان پر نگاہ ڈالتے ہیں تو دل میں ازحد کڑھن ہوتی ہے کہ یا اللہ! مسلمانوں کی یہ حالت روز بروز کیوں ہوتی جارہی ہے۔ آج کے تیزی کے دور میں جسے روشن اور ترقی کا دور کہا جارہا ہے روحانی تنزلی کیوں ہوتی جارہی ہے۔ انسان جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے تو بہتر سے بہتر ماہر ڈاکٹرز کی خدمت میں حاضر ہوا جاتا ہے۔ اعلیٰ ترین ٹیسٹ کروائے جاتے ہیں۔ بیماری پیچیدہ ہوجائے تو ڈاکٹر کے بورڈ بٹھائے جاتے ہیں۔ جسمانی بیماری تو موت کے بعد ختم ہوجاتی ہے۔ ایک روحانی بیماری ایسی بیماری ہے جو کہ موت کے بعد بھی ختم نہیں ہوتی۔ اس کی طرف قطعاً توجہ نہیں۔ جسمانی علاج کے لئے تو کوئی عام آدمی علاج کرنے بیٹھے تو اسے عطائی کہا جاتا ہے۔ روحانی بیماری کے علاج کے لئے ہم کسی روحانی ماہر کی خدمت حاصل کرنے کی بجائے اکثر اشتہاری فراڈیوں کی طرف بھاگتے ہیں۔ نجومیوں اور جادوگروں کے پاس جاتے ہیں۔ دولت کو بے دریغ لٹاتے ہیں۔ کوئی دینی مسئلہ درپیش ہو تو اول تو خود ہی حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا اپنی جیسی محفل میں پوچھ پاچھ کر یا کسی اردو کی کتاب سے دیکھ کر مسئلے کا حل تلاش کرتے ہیں۔ کسی ماہر دینی عالم یا بزرگ کی خدمت میں حاضر ہونے کا وقت نہیں ملتا۔ معلوم نہیں دین کے بارے میں خود مجتہد کیوں بنتے ہیں۔ کیا بازار میں علاج معالجہ کی کتابیں عام نہیں ملتیں۔ کیا انجینئرنگ کے متعلق کتابیں عام نہیں ملتیں۔ وہاں سے پڑھ کر خود حل کیوں نہیں کرتے۔ ماہرین کی بڑی بڑی فیسیں کیوں ادا کرتے ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ آج کل اکثر مسلمان دین کو دوسرے درجہ میں بھی نہیں سمجھتا بلکہ دنیا کو انتہائی اولیت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا مسلمان تیزی سے تنزلی کی طرف جارہا ہے۔ خیال آیا کہ اپنے قارئین کے بھی گوش گزار کردی جائے۔ آج کے علماء کی بھی توجہ دلائی جائے کہ ہمارے اکابر کیسے اصلاح کیا کرتے تھے۔ وہاں سختی نہیں شفقت ہی شفقت تھی اور یہ شفقت انہیں نبی کریم ﷺ کی سیرت سے ملی تھی۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی اصلاح کا ایک واقعہ: حضرت شیخ الہند محمود الحسنؒ آزادیٔ ہندوپاک کے مسلمانوں کے مسلمہ رہنما تھے۔ ان کا ایک انتہائی معتقد تھا۔ مگر نماز نہیں پڑھتا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ بھائی نماز پڑھا کرو۔ وہ کہنے لگا حضرت نماز میں وضو کرنا پڑتا ہے۔ داڑھی چڑھاتا ہوں۔ وضو میں داڑھی بھیگ جائے گی۔ داڑھی پہلے لوگ ایک خاص طریقہ سے گوند وغیرہ لگا کر چڑھایا کرتے تھے۔ اس میں کافی دیر لگتی تھی۔ پانی میں بھیگ جائے تو داڑھی کھل جاتی تھی اور لٹک آتی تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ بھائی! میں نے نماز پڑھنے کا کہا ہے۔ وضو کا نہیں۔ آپ نماز پڑھا کریں۔ معتقد ماننے والا تھا۔ نماز پڑھنے لگ گیا۔ پھر اس نے سوچا کہ صبح کی نماز وضو کرکے پڑھ کر داڑھی چڑھا لیا کروں گا اور ظہر تک وضو نہیں ٹوٹنے دوں گا۔ پھر ایسے کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ نماز میں

روحانی لذت حاصل ہونے لگی۔ سوچا کہ بے وضو نماز کیسی۔ ہر دفعہ وضو کرتے ہیں۔ آخر نماز غالب آئی تو کچھ دنوں بعد دیکھا کہ داڑھی سنت کے مطابق ایک مشت رکھ لی اور پکا نمازی بن گیا۔

حضرت مظفر علی کاندھلویؒ اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ آج کا ترقی یافتہ دور تو تھا نہیں۔ مسافر پیدل سفر کرتے تھے۔ اگر کہیں واقف کار یا رشتہ دار نہ ہو تو مساجد میں ٹھہر جاتے تھے۔ حضرت کاندھلویؒ ایک سفر میں ایک بستی میں پہنچے۔ مسجد تھی وہاں ٹھہر گئے۔ مغرب کی اذان دی۔ کوئی نمازی نہ آیا۔ عشاء کی اذان دی کوئی نمازی نہیں آیا۔ فجر کی اذان دی کوئی نمازی نہ آیا۔ آپ نے تینوں نمازیں تنہا ادا کیں۔ دل میں بڑی کڑھن ہوئی کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی بستی۔ مگر مسجد ویران۔ صبح ایک دو سے پوچھا تو ایک شخص نے کہا کہ حضرت وہ سامنے بستی کے سردار کا ڈیرہ ہے۔ اگر وہ مسجد میں آجائے تو تمام بستی نماز پڑھنے لگ جائے گی۔ حضرت کاندھلویؒ سردار کے ڈیرے پر اللہ سے دعا کرتے ہوئے پہنچے تو وہاں کا منظر یہ تھا کہ سردار کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا۔ پہلو میں ایک فاحشہ عورت بٹھا رکھی تھی۔ سردار کی زندگی لہو ولعب میں گزر رہی تھی۔ ہر وقت فاحشہ عورتوں کی ہم جوئی۔ کبھی گھر میں بیوی کی طرف رخ کر کے نہیں دیکھتے تھے۔ حضرت کاندھلویؒ نے بڑی دل سوزی سے سردار سے کہا کہ آپ کی وجہ سے اللہ کا گھر ویران ہے۔ آپ مسجد میں نماز پڑھنے لگ جائیں تو پوری بستی نمازی بن جائے گی۔ سردار نے کہا مولانا! نہ تو میں شراب چھوڑ سکتا ہوں نہ ان عورتوں سے دور رہ سکتا ہوں۔ نماز میں پاک صاف ہونا، وضو کرنا میرے بس میں نہیں۔ حضرت کاندھلویؒ نے بڑی دل سوزی سے کہا کہ سردار! میں تمہیں ان سے رکنے کے لئے نہیں کہتا۔ میں چاہتا ہوں اللہ کا گھر آپ کی وجہ سے آباد ہو جائے۔ بستی کے سردار نے وعدہ کیا کہ ظہر کے وقت مسجد میں ضرور حاضر ہوں گا۔ حضرت کاندھلویؒ مسجد میں گئے۔ اللہ کے حضور سجدہ میں گر کر دعا کی کہ مولا! میرے بس میں صرف اتنا تھا۔ دلوں کے پھیرنے والا تو ہے۔ میں عاجز گنہگار نے تیرے گھر کو آباد کرنے کے لئے غلط بات کا وعدہ کیا ہے۔ اب دلوں کو پھیر کر سیدھا راستہ تو دکھا۔ حضرتؒ بڑی دیر روتے رہے۔ اب کرنا خدا کا یہ ہوا کہ بستی کے سردار کے دل میں خیال آیا کہ چلو پہلی نماز نہا دھو کر صاف پاک کپڑے پہن کر ادا کرلی جائے۔ گھر میں گیا۔ نہایا، پاک لباس زیب تن کیا۔ کھانا مدت کے بعد گھر میں کھانے کا ارادہ کیا۔ بیوی کھانا لے کر آئی۔ سردار کی نگاہ بیوی کے حسین چہرہ پر پڑی تو پاکیزگی نظر آئی۔ اتنا حسین چہرہ ان پیشہ ور عورتوں کا نہیں تھا۔ یہاں پاکیزگی کا نور تھا۔ سو جان سے عاشق ہوا۔ دل میں ملامت آئی کہ ایسی حسین بیوی کے ہوتے ہوئے میں کہاں بھٹک رہا ہوں۔ کھانا کھا کر ڈیرہ پر آیا تو فاحشہ لڑکیاں موجود تھیں۔ سردار توبہ کر چکا تھا۔ فوراً کہا کہ یہاں سے دفع ہو جاؤ اور کبھی اس طرف کا منہ نہ کرنا۔ وہ فاحشائیں ہکا بکا سر پر پاؤں رکھ کر بھاگیں۔ سردار نے ظہر کی نماز پڑھی۔ بستی ساری امڈ آئی تھی۔ آج سردار کو دلی خوشی حاصل ہوئی۔ ایک بزرگ کے حسن تدبیر اور اللہ کے آگے گریہ زاری سے بہت سے بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو نیک راہ مل گئی۔

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کا ایک اور واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت اپنی رشتہ دار عورتوں کے ساتھ بیل گاڑی پر سفر کر رہے تھے۔ جنگل میں ڈاکوؤں کا سامنا ہو گیا۔ وہ لوٹ مار پر آمادہ ہوئے۔ حضرت نے ڈاکوؤں کو مخاطب کر کے کہا کہ بات سنو! تم ہماری عورتوں کے قریب نہ جاؤ۔ میں جو کچھ عورتوں کے پاس زیورات

نقدی وغیرہ ہے وہ سب تمہیں دے دوں گا۔ ڈاکوؤں سے معاہدہ ہوا۔ آپ بیل گاڑی کے پاس آئے اور اپنی محترم خواتین سے کہا کہ اپنے زیورات سب اتاردو۔ ایک پوٹلی میں اکٹھا کر کے ڈاکوؤں کو لا کر دے دی۔ ڈاکوؤں نے بھی معاہدے کی پاس داری کی اور بیل گاڑی کے قریب نہ آئے۔ مولانا آگے چل پڑے۔ کچھ دور گئے تو گاڑی میں بچیوں کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ آپ گاڑی کے قریب آئے۔ وجہ پوچھی سب خاموش ہوگئیں۔ مگر ایک بچی بولی کہ حضرت فلاں لڑکی نے اپنا زیور چھپا لیا ہے اور وہ بچ گیا ہے۔ ہم اس کی ہوشیاری پر ہنس رہے ہیں۔ حضرت کاندھلویؒ نے فرمایا کہ یہ معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔ آپ نے وہ زیور واپس لیا۔ ابھی ہی پیروں واپس ہوئے۔ آگے ڈاکو بیٹھے آپس میں مال تقسیم کر رہے تھے۔ بزرگ کو واپس آتے دیکھا تو خیال گزرا کہ کہیں یہ آدمی امداد لے کر ہماری گوشمالی کے لئے تو نہیں آرہا۔ وہ ہوشیار ہوئے۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ معاہدے کی وجہ سے یہ زیور غلطی سے رہ گیا تھا۔ وہ دینے آیا ہوں۔ ڈاکوؤں کے سردار نے یہ بات سن کر کہا کہ آپ مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ تو نہیں۔ ہم نے سن رکھا ہے وہ اس طرح کا معاملہ کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: بھائی مجھے مظفر حسین ہی کہتے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ ڈاکوؤں پر شرمندگی طاری ہوئی۔ نہایت ندامت سے حضرت کے پاؤں پر گر کر معافی مانگی۔ مال واپس کیا اور آئندہ کے لئے آپ کے ہاتھ پر ڈاکہ زنی سے توبہ کر لی۔ شریفانہ زندگی گزارنے کا عہد کیا۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا دورہ ڈہرکی، گھوٹکی، پنوعاقل، سکھر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت کے عنوان پر مختلف پروگرام ترتیب دیئے گئے جن میں مولانا محمد حسین ناصر مبلغ سکھر، مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے بیانات ہوئے۔ ڈہرکی کی مسجد عمر فاروق بعد نماز عشاء، گھوٹکی مسجد مدرسہ ریاض العلوم بیان جمعہ، بعد عصر قادریہ مسجد پنوں عاقل، بعد عشاء الفاروق مسجد سکھر ہفتہ فجر مینارہ مسجد، بعد عشاء ہری مسجد نواب گوٹھ سکھر، ۱۹؍جنوری مدنی مسجد پنوعاقل میں بیان ہوا۔ مولانا محمد اسماعیل اور دیگر علماء کرام نے اپنے بیانات میں کہا کہ دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں جن میں قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ دینی مدارس کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہود ونصاریٰ دینی مدارس کو بدنام کرنے کی ناپاک سازشوں میں مصروف ہیں۔ جس میں وہ ہمیشہ کی طرح ناکام ہوں گے۔ ان تمام پروگراموں کو کامیاب کرنے میں مولانا عبداللطیف اشرفی، مولانا خالد حسین الحسینی، مولانا محمد امین چنہ، حافظ عبدالغفار شیخ، غلام شبیر شیخ نے بھرپور تعاون فرمایا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اپیل پر سکھر وپنوعاقل میں یوم تحفظ ختم نبوت ناموس رسالت منایا گیا۔ علماء کرام نے جمعہ کے اجتماعات میں یہود ونصاریٰ کی طرف سے توہین آمیز خاکے شائع کرنے پر مغربی میڈیا کی بھرپور مذمت کی۔ بعد نماز جمعہ مرکزی جامع مسجد سکھر کے باہر احتجاجی مظاہرہ ہوا۔ جس میں قاری خلیل احمد، مفتی سعود افضل، مولانا عبداللطیف اشرفی، مولانا محمد حسین ناصر، مفتی قمر الدین ملانو، مولانا محمد صالح انڈھڑ، قاری لیاقت علی، حافظ محمد معاویہ ودیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میڈیا کی آزادی اظہار کے نام پر نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کا دنیا کا کوئی مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا۔ حکومت پاکستان اقوام متحدہ سے مطالبہ کرے کہ وہ اس بارے واضح کردار ادا کرے تاکہ کسی بھی آدمی کو کسی بھی نبی کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کی ہمت نہ ہو۔

اتحاد بین المسلمین ...... وقت کی اہم ترین ضرورت

محمد متین خالد

اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ دین اسلام ہی ہمارے اتحاد کی اصل بنیاد ہے۔ یہ مسلمانوں کی وحدت ملی اور فکر وعمل کا نام ہے۔ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان میں کسی قسم کی تفرقہ بازی جائز نہیں۔ اس لیے ہر قسم کے انتشار وافتراق اور فرقہ بندی کے سدباب کے لیے قرآن مجید میں بار بار مسلمانوں کو متحد رہنے کی تلقین کی گئی ہے: قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے: **واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا** (آل عمران:۱۰۳) ﴿اور مضبوطی سے پکڑلو اللہ کی رسی سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا۔﴾

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے اس مکان کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط رکھتا ہے۔ یہ فرما کر نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک دست مبارک کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں پیوست کر کے بتایا کہ سارے مسلمان اس طرح باہم مربوط ہیں۔''

مذکورہ آیت اور حدیث مبارکہ ہر مسلمان کو دعوت فکر دیتی ہے کہ اتحاد بین المسلمین عصر حاضر کا اساسی تقاضا ہے۔ نفاق، انتشار، باہمی آویزش، مناقشات اور چپقلش ملت اسلامیہ کے لیے سم قاتل ہیں۔ تاریخ پاک و ہند کے عمیق مطالعہ سے یہ حقیقت ہم پر بخوبی آشکار ہو جاتی ہے کہ برصغیر میں انگریز کے منحوس قدم آنے سے قبل مسلمانان ہند **واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا** پر پورے استحکام کے ساتھ عمل پیرا تھے۔ غیر منقسم ہندوستان میں ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک اسلامی سلطنت قائم رہی۔ تمام اسلامیان ہند کا ایک ہی مسلک رہا۔ لیکن مغلیہ سلطنت کے سقوط اور برطانوی راج کے بعد مسلمانان ہند اغیار کی محکومیت میں بے شمار معاشی، معاشرتی، سیاسی اور مذہبی مسائل کا شکار ہو گئے۔ انگریز بڑا عیار اور شاطر تھا۔ اس نے مسلمانوں سے حکومت چھینی تھی۔ اس نے دیکھا کہ مسلمان باہم متحد ومتفق ہیں اور اخوت ومحبت، بھائی چارے کے زریں اصول اپنائے ہوئے ہیں۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت وعقیدت ہر مسلمان کے رگ وپے میں شامل ہے۔ ہر مسلمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لامحدود اور غیر مشروط محبت واحترام کرتا ہے اور یہی چیز دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرو دیتی ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کے اسی ایمانی جذبہ سے خائف تھیں اور ہیں۔

چنانچہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے مسلمانوں میں تفرقہ بازی کی داغ بیل ڈالی گئی۔ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' (Divide and Rule) کا ورلڈ آرڈر جاری کیا گیا۔ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کے درمیان معمولی اور فروعی اختلافات کو ہوا دی گئی۔ نفرت اور تعصب کی آگ کو بھڑکایا گیا۔

الغرض مسلمانوں کے باہمی اتحاد کو توڑنے کی سازشیں ہونے لگیں۔ چنانچہ اس فرقہ واریت کی بدولت کئی مسلمان اجتماعی اور ملی مفاد سے اختلاف کرنے لگے۔ قرآن مجید میں فرقہ بندی کے حوالے سے سخت وعید ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿بے شک وہ جنھوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں اور ہوگئے کئی گروہ (اے نبی ﷺ) نہیں ہے آپ کا اُن سے کوئی تعلق، اِن کا معاملہ صرف اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہ بتائے گا انہیں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ (الانعام:۱۵۹)﴾

مرشد قلب ونظر، اتحاد امت کے نقیب، ضیاء الامت حضرت پیر جسٹس محمد کرم شاہ الازہریؒ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ''ضیاء القرآن'' میں لکھتے ہیں: ''یہ ایک بڑی دلخراش اور روح فرسا حقیقت ہے کہ مرور زمانہ سے اس امت میں بھی افتراق وانتشار کا دروازہ کھل گیا جسے **واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا** کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ امت بھی بعض خودغرض اور بدخواہ لوگوں کی ریشہ دوانیوں سے متنازع گروہوں میں بٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور جذبات میں آئے دن کشیدگی اور تلخی بڑھتی ہی جارہی ہے۔ اس پراگندہ شیرازہ کو یکجا کرنے کا یہی طریقہ ہوسکتا ہے کہ انہیں قرآن حکیم کی طرف بلایا جائے اور اس کی تعلیمات کو نہایت شائستہ اور دلنشین پیرایہ میں پیش کیا جائے۔ پھر ان کی عقل سلیم کو اس میں غور وفکر کی دعوت دی جائے۔ ہمارا اتنا ہی فرض ہے اور ہمیں یہ فرض بڑی دل سوزی سے ادا کرنا چاہیے۔ اس کے بعد معاملہ خدائے بزرگ وبرتر کے سپرد کردیں۔ وہ حی وقیوم چاہے تو انہیں ان شبہات اور غلط فہمیوں کی دلدل سے نکال کر راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ **وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز۔**

اس باہمی اور داخلی انتشار کا سب سے المناک پہلو اہلسنت والجماعت کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں (بریلوی، دیوبندی) میں بانٹ دیا ہے۔ دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی، حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت، قرآن کریم، قیامت اور دیگر ضروریات دین میں کلی موافقت ہے۔ لیکن بسا اوقات طرز تحریر میں بے احتیاطی اور انداز تقریر میں بے اعتدالی کے باعث غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور باہمی سوء ظن ان غلط فہمیوں کو ایک بھیانک شکل دے دیتا ہے۔ اگر تقریر وتحریر میں احتیاط واعتدال کا مسلک اختیار کیا جائے اور اس بدظنی کا قلع قمع کردیا جائے تو اکثر وبیشتر مسائل میں اختلاف ختم ہوجائے۔ اور اگر چند امور میں اختلاف باقی رہ بھی جائے تو اس کی نوعیت ایسی نہیں ہوگی کہ دونوں فریق عصر حاضر کے سارے تقاضوں سے چشم پوشی کیے، آستینیں چڑھائے، لٹھ لیے ایک دوسرے کی تکفیر میں عمریں برباد کرتے رہیں۔ ملت اسلامیہ کا جسم پہلے ہی اغیار کے چرکوں سے چھلنی ہوچکا ہے۔ ہمارا کام تو ان خونچکاں زخموں پر مرہم رکھنا ہے۔ ان رستے ہوئے ناسوروں کو مندمل کرنا ہے۔ اس کی ضائع شدہ توانائیوں کو واپس لانا ہے۔ یہ کہاں کی دانش مندی اور عقیدت مندی ہے کہ ان زخموں پر نمک پاشی کرتے رہیں۔ ان ناسوروں کو اذیت ناک اور تکلیف دہ بناتے رہیں۔''

فرقہ واریت دین کے لئے زہر قاتل ہے۔ اسلام اس کی شدید مذمت کرتا ہے۔ جو شخص اسلام میں کوئی فرقہ بناتا ہے قرآن مجید اسے مشرک گردانتا ہے جیسا کہ اس آیت سے واضح ہے:

﴿(اے غلامانِ مصطفیٰ ﷺ تم بھی اپنا رُخ اسلام کی طرف کرلو) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور ڈرو اس سے اور قائم کرو نماز کو اور نہ ہوجاؤ (ان) مشرکوں میں سے، جنہوں نے پارہ پارہ کردیا اپنے دین کو اور خود فرقہ فرقہ ہوگئے۔ ہر گروہ جو اس کے پاس ہے، وہ اسی پر خوش ہے۔ (الروم:۳۱،۳۲)﴾

دوسری طرف قرآن وسنت کی روشنی میں کسی مسئلہ میں تحقیق واجتہاد کے نتیجہ میں فقہا وعلمائے کرام کے درمیان اختلاف کو جائز کہا گیا ہے بلکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تحسین بھی فرمائی ہے۔ اس لیے کہ وہ اختلاف خود اس بات کا پتا دیتا ہے کہ اکابرین امت میں غور وفکر، تحقیق وتجسس اور فہم وادراک کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ ان کی ذہانتیں مسائل زندگی کا حل قرآن وسنت سے باہر نہیں بلکہ اس کے اندر سے ہی تلاش کرتی ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔''

اس میں ایک فریق دوسرے فریق کا اختلافی نقطہ نظر خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے۔ جنگ وجدال کا منظر پیش نہیں کرتا اور نفرت وعداوت کا ماحول پیدا نہیں کرتا۔ اختلاف اس وقت مذموم بنتا ہے جب ایک فریق اپنی رائے کو دوسروں پر مقدم رکھتا ہے اور دوسروں کو گمراہ سمجھتا ہے۔ یہیں سے اصل خرابی پیدا ہوتی ہے۔ عدالت میں کھڑے زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہوئے دلائل دینے والے وکلا کیا کر رہے ہوتے ہیں؟ اختلاف...... ایک ہی واقعے اور ایک ہی قانون کی تشریح اور اطلاق پر معزز عدالت کے جج صاحبان فیصلہ دیتے وقت کیا کر رہے ہوتے ہیں؟ اختلاف...... پارلیمنٹ کے اندر سالہا سال قانونی مسودوں پر حکومت اور اپوزیشن میں کیا بحث وتمحیص ہورہی ہوتی ہے۔ اختلافی آرا کا اظہار...... ایک ہی مریض کی بیماری کے بارے میں تمام مصدقہ میڈیکل رپورٹوں کی روشنی میں بڑے بڑے ڈاکٹروں کی آرا میں اختلاف ہوتا ہے...... اور تو اور، تین چار دوست آپس میں چند لمحے بیٹھ کر گفتگو کرنے لگیں تو اختلاف واتفاق کی کئی صورتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ ہماری سماجی زندگی میں قدم قدم پر اختلاف کا پایا جانا ایک ناقابل تردید وناگزیر حقیقت ہے۔

غور کیجیے تو خود سماجی ارتقا بھی بڑی حد تک اختلاف کا مرہون منت ہے۔ اگر لوگ ایک ہی طرح سوچتے اور پہلے سے مروج موقف، نظریے اور فکر سے مختلف فکر، زاویہ نظر اور خیال کو نہ پیش کرتے تو انسان اتنی ترقی کبھی نہ کر پاتا...... اصل بات یہ ہے کہ اختلاف مذہبی ہو یا دیگر نوعیت کا، ایک دوسرے کے گلے کاٹنے پر منتج نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے ان مسلکی اختلافات سے فائدہ اٹھا کر سیکولر اور بے دین لوگ اپنے زہریلے پروپیگنڈے سے ہماری نوجوان نسل کی برین واشنگ کر رہے ہیں۔ یوں نوجوانوں کی اکثریت تیزی سے اسلام سے متنفر اور برگشتہ ہورہی ہے۔ یہ ایک ایسا نقصان ہے جس کی شاید کبھی تلافی نہ ہوسکے۔ نئی نسل پریشان ہے کہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے بلاوے پر کس مسلک کی مسجد میں جائے۔ جبکہ مساجد تو اللہ کے گھر ہیں۔ ہمارے اس باہمی انتشار وخلفشار پر ابلیس شاداں وفرحاں ہے جبکہ حضور نبی کریم ﷺ بے حد افسردہ ہیں۔ کوئی ہے جو اس پر سوچے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں انہیں تلقین کرتے ہوئے خصوصی تاکید فرمائی: ''اپنے آپ کو فروعی اختلافات میں نہ الجھانا۔ اتحاد کی دعوت دیتے رہنا۔ مجھے امت کا ہر وہ شخص پسند ہے جو اتحاد کا داعی ہو۔''

امام الاولیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنے کسی مرید کو خلافت عطا کرکے تبلیغ دین کے لیے بھیجنے لگے تو اسے اس بات کی وصیت فرمائی کہ خدائی اور نبوت کا دعویٰ مت کرنا۔ اس نے حیرت سے پوچھا: ''حضرت! سالہا سال تک آپ کی صحبت کا فیض پایا ہے۔ کیا اب بھی اس بات کا امکان ہے کہ میں خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرنے لگوں گا؟ انہوں نے فرمایا: ''خدا وہ ہے کہ جو وہ کہہ دے، وہی اٹل ہو اور اس کے خلاف

ممکن نہ ہو۔ پس جو انسان اپنی رائے کو یہ حیثیت دے کہ اس سے اختلاف ناممکن ہو تو اس سے بڑھ کر خدائی کا دعویٰ اور کیا ہوگا؟ اسی طرح نبی وہ ہے کہ جو بات وہ کہے، وہی سچ ہو اور اس میں جھوٹ کا احتمال نہ ہو، پس جو شخص اپنے قول کے بارے میں یہ دعویٰ کرے کہ یہی سچ ہے اور اس کے خلاف ممکن نہیں تو اس سے بڑھ کر نبوت کا دعویٰ اور کیا ہوگا۔‘‘

اختلاف رائے کے باوجود خیر خواہی اور رواداری کی سب سے عمدہ مثال حضرت امام شافعیؒ کی ہے۔ آپ نے ایک مرتبہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مقبرے کے قریب فجر کی نماز ادا کی اور دعائے قنوت پڑھنی قصداً چھوڑ دی۔ جب ان سے وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا: ’’بعض اوقات ہم اہل عراق کے مسلک پر بھی عمل کر لیتے ہیں‘‘۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام صاحب نے فرمایا: ’’صاحب قبر کے لحاظ نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے۔‘‘ حضرت امام ابو حنیفہؒ وہ عظیم المرتبت شخصیت تھے جن کی دور بینی اور نکتہ شناسی کی مثال صحابہ کرامؓ کے بعد کی تاریخ آج تک دکھانے سے قاصر ہے۔ ان کے جلیل القدر شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے مسائل کے استنباط میں اپنے استاد کی آراء سے بے تکلف اختلاف کیا۔ اسی طرح امام شافعیؒ، امام مالکؒ کے اور امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ کے شاگرد تھے۔ اس کے باوجود ان شخصیات نے مختلف مسائل میں ایک دوسرے سے مکمل اختلاف کیا۔ تمام تر اختلافات کے باوجود کسی ایک امام نے بھی دوسرے امام کی توہین یا تنقیص نہیں کی۔ انہوں نے انتہائی خلوص کے ساتھ اپنا فرض ادا کیا۔ دوسروں کی رائے کو احترام کے ساتھ سنا اور اس کی تردید بھی احترام سے کی اور بعض اوقات اپنی رائے سے رجوع بھی کیا اور اپنی رائے کو چھوڑ کر دوسروں کی رائے کو ترجیح بھی دی۔ ان مخلصین نے کہیں بھی اپنی ذاتی رائے کو انا کا مسئلہ نہیں بنایا۔ ہمیں اختلافات کے ساتھ زندہ رہنے کا فن سیکھنا ہے۔ یہی ہماری آزمائش ہے اور اسی میں ہماری بقا اور سلامتی ہے۔

ملتِ اسلامیہ اپنی تاریخی شخصیات، اکابرین امت، فقہائے امت اور آئمہ تصوف پر آج تک ناز کرتی چلی آئی ہے۔ یہ سبھی بزرگ اپنے اپنے دور میں ایک دوسرے سے مختلف نقطۂ نظر رکھنے والے تھے لیکن ان سب کا احترام امت کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ سلسلہ تصوف میں قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، اویسیہ وغیرہ معروف سلاسل ہیں۔ ان سلاسل کے ایک دوسرے سے کئی اختلافات ہیں۔ مگر ان کے بزرگوں کا احترام ہر مسلمان کرتا ہے۔ کوئی سلسلہ کسی دوسرے سلسلہ کی توہین و تضحیک نہیں کرتا۔ کسی دوسرے بزرگ کی پگڑی نہیں اچھالتا۔ یہی وہ طرز عمل ہے جس سے پورا معاشرہ امن و محبت کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

قارئین کرام! یہاں ایک بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ امام اولیا، غوث اعظم، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے عقیدت مند پوری دنیا بالخصوص پاکستان بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی اکثریت کا تعلق حنفی مسلک سے ہے۔ آپ کا وصال ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ ہجری کو ہوا۔ اس دن کی مناسبت سے حضرت شیخ سے عقیدت رکھنے والے ہر ماہ باقاعدگی سے ’’گیارھویں شریف‘‘ کا ختم دلاتے ہیں اور کھانے پینے کا سامان غریبوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ہر سال ۱۱ ربیع الثانی کو جلوس نکالتے ہیں اور بڑی بڑی کانفرنسیں اور سیمینار منعقد کرواتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حنبلی مسلک کے پیروکار تھے۔ آپ اپنی کتابوں خصوصاً ’’غنیۃ الطالبین‘‘ میں جابجا انہی کے حوالے دیتے ہیں اور اکثر جگہ حضرت امام حنبلؒ کو ’’ہمارے امام‘‘ کے الفاظ سے خطاب

کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ حنبلی مسلک میں نماز سمیت دیگر عبادات کا طریقہ کار حنفی مسلک سے قدرے مختلف ہے۔

پاکستان میں مسلمانوں کے کئی مسالک ہیں۔ بعض اوقات ان مسالک کے لوگ معمولی اختلاف رائے پر آپس میں دست وگریبان ہو جاتے ہیں۔ بغیر کسی تحقیق کے ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگا کر باہمی نفرتوں میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد گرامی کا مفہوم ہے کہ: ’’جو لوگ دین میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں اور مختلف ٹولیوں میں بٹ جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بدعت ہیں اور اپنی خواہشات کے بندے۔ ان کی توبہ قبول نہیں۔ میں ان سے اور وہ مجھ سے بری ہیں۔‘‘

اس تقسیم در تقسیم نے پاکستان کو قعر مذلت میں گرا دیا ہے۔ ان حالات میں اسلام سے سچی محبت رکھنے والا ہر شخص تڑپ اٹھتا ہے اور اتحاد امت کے لیے اپنی بساط کے مطابق کوشش کرتا ہے۔ یہ حقیقت بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایک ایک ادا کو قیامت تک محفوظ رکھنا ہے۔ ہر مسلک نے اپنے علم وفہم کے مطابق قرآن وحدیث سے استنباط کر کے آپ ﷺ کی مختلف اداؤں کو اپنایا ہوا ہے اور یہ سارے راستے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں محبت رسول ﷺ کی شاہراہ سے گزرتے ہوئے اُخروی نجات اور جنت کی طرف جاتے ہیں۔

یاد رکھیے! اسلام فتویٰ سے نہیں، تقویٰ سے پھیلا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے ایک موقع پر فرمایا تھا: ’’کوئی تمہاری راہ میں کانٹے بچھائے تو تم جواب میں کانٹے مت بچھاؤ، ورنہ دنیا میں کانٹے ہی کانٹے رہ جائیں گے، پھولوں کا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔‘‘

ایک مرتبہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں ان کے ایک عقیدت مند نے بطور نذر قینچی پیش کی تو آپ نے فرمایا: ’’مجھے قینچی نہ دو میں کاٹنے والا نہیں ہوں۔ مجھے سوئی دو کہ میں جوڑنے والا ہوں۔‘‘

ہمارے زوال کا اصل سبب آپس میں تفرقہ بازی اور گروہ بندی ہے۔ اسلام دشمن طاقتوں کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کے مختلف مسالک کے علمائے کرام کو آپس میں لڑوایا جائے۔ تاکہ ان کی قوت مضبوط نہ ہو سکے۔ اس سلسلہ میں اسلام دشمن طاقتیں غیر مرئی طریقے سے ہر قسم کے وسائل بروئے کار لاتی ہیں۔ چنانچہ جب مسالک کے درمیان نفرت وعداوت کی آگ بھڑکتی ہے تو ان کے درمیان اتحاد واتفاق ختم ہو جاتا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے سر پھٹول پر اتر آتے ہیں۔ اس صورت حال کا فائدہ اٹھا کر اسلام کے خلاف نئے نئے فتنے سر اٹھانے لگتے ہیں جس میں سراسر نقصان صرف اسلام اور مسلمانوں کا ہوتا ہے۔ کاش! تفرقہ بازی کی تعلیم دینے والوں کو معلوم ہوتا کہ کسی کو مسلمان بنانا کتنی محنت، مشقت، ریاضت اور دلسوزی کا کام ہے اور پل بھر میں کسی کو کافر بنا دینا کتنی بڑی جسارت ہے۔ انسان کانپ اٹھتا ہے کہ حضرات انبیاء ورسل علیہم السلام نے جانیں کھپا دیں لوگوں کو مسلمان بنانے میں اور ہم زبان کی ایک ہی حرکت سے لاکھوں مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔ کاش! ہم میں سے کسی نے اپنے کردار، اخلاق، علم، عمل اور محبت کے ساتھ کسی غیر مسلم کو حلقہ بگوش اسلام کیا ہوتا تو ہمیں اس کی قدر وقیمت کا احساس ہوتا۔ فرقہ واریت کا ناسور ہمارے معاشرے میں کس قدر سرایت کر چکا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج کا مسلمان...... خود کو مسلمان کہلوانے کے بجائے اپنے مسلک کو ترجیح دیتا ہے اور اس پر فخر کرتا

ہے۔حالانکہ قرآن مجید نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔افسوس! فرقہ واریت کا ناسور آج غیر مسلموں کے اسلام میں داخلے کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

ہندوازم چھوڑ کر دین اسلام قبول کرنے والے معروف سکالر، دانشور اور مجاہد اسلام جناب غازی احمدؒ (سابق کرشن لعل) کے حالات زندگی نہایت ایمان افروز اور عزیمت سے بھرپور ہیں۔ان کا تعلق میانی بوچھال کلاں ضلع چکوال سے تھا۔انہیں یہ اعزاز اور سعادت حاصل ہے کہ انہوں نے عالم رؤیا میں سیدالمرسلین، حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور نہایت شفقت فرمائی۔وہ اپنے ہر خطاب میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ فتنہ قادیانیت کا رد بھی کرتے۔آیئے! ایک دلخراش واقعہ ان کی زبانی سنتے ہیں:

''ایک دفعہ مجھے ملتان سے ایک نومسلم عیسائی کا خط موصول ہوا جس میں اس نے لکھا کہ وہ میری کتاب ''من الظلمات الی النور'' کفر کے اندھیروں سے نور اسلام تک'' پڑھ کر مسلمان ہوگیا ہے۔لیکن اب پریشانی یہ ہے کہ مجھے کس مسلک میں جانا چاہیے کیونکہ ہر مسلک دوسرے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج گردانتا ہے۔میں اس کا خط پڑھ کر شدید صدمے میں مبتلا ہوا۔کچھ دنوں بعد ملتان میں اپنے ایک دوست کو خط لکھ کر اس نومسلم سے رابطہ کرنے کو کہا جس نے جواب میں دل ہلا دینے والی بات بتائی کہ وہ نومسلم مسلمانوں کے مختلف مسالک کی آپس میں لڑائی سے دلبرداشتہ ہو کر واپس عیسائی ہوگیا ہے۔اس بات سے مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا۔میں تمام علمائے کرام سے پوچھتا ہوں کہ خدارا بتایا جائے کہ اس نقصان کا ذمہ دار کون ہے؟

شیرازہ ہوا ملتِ مرحوم کا ابتر اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے!

علمائے کرام و مشائخ عظام سے درخواست ہے کہ وہ تحفظ ختم نبوت کی خاطر اتحاد امت کے لیے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالیں۔حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و ناموس کے لیے خلوص و یگانگت کا اظہار کریں۔اختلافی مسائل سے اجتناب کیا جائے۔کسی فروعی مسئلہ کو انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔''اپنے مسلک کو چھوڑو نہ اور دوسرے کے مسلک کو چھیڑو نہ''! کے اصول پر عمل کیا جائے۔مسلمانوں کی تکفیر سے گریز کیا جائے۔زبان اور قلم سے کوئی ناشائستہ اور دل آزار جملہ نہ ادا کیا جائے۔دینی مدارس کے مہتمم حضرات، مسالک کے خلاف منافرت کے پھیلانے کے رجحان کو سختی سے روکیں۔مسلک کی تنگ نظر چاردیواری کو توڑ کر قرآن کی تعلیم ''انما المومنون اخوۃ'' کا عملی ثبوت پیش کیا جائے:

فرد قائم ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں موج ہے دریا میں، اور بیرون دریا کچھ نہیں

گولڑہ شریف (راولپنڈی) کی سرزمین حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ ایسی نابغہ عصر ہستی کی وجہ سے پوری دنیا میں مشہور و معروف ہے۔حضرت پیر صاحبؒ کو قدرت نے تحفظ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے بطور خاص تیار کیا تھا۔آپ نے اس سلسلہ میں بے حد علمی اور عملی جدوجہد کی جس کی وجہ سے کروڑوں مسلمان قادیانیت کے ارتداد کا شکار ہونے سے بچ گئے۔آپ کی یہ خدمت تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔حضرت پیر صاحب اتحاد بین المسلمین کے زبردست داعی تھے۔یہی وجہ ہے کہ تمام مسالک کے لوگ ان کا دلی احترام کرتے ہیں۔

۱۹۰۰ء میں جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی نے حضرت پیر مہر علی شاہؒ کو مباحثہ کا چیلنج دیا تو آپ نے اِسے فوری قبول کرتے ہوئے (مرزا قادیانی کی شرائط پر) ۲۵؍اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور آنے کا وعدہ کیا۔ جس پر مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو سانپ سونگھ گیا اور مباہلہ، مناظرہ اور مباحثہ سے راہ فرار اختیار کر لی۔ مہر منیر (سوانح حیات حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ) میں لکھا ہے: ''اس معرکہ میں تمام اسلامی مسالک کے رہنما ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ سنی، اہل حدیث اور اہل قرآن کے علاوہ لاہور اور سیالکوٹ کے شیعہ مجتہدین نے بھی قادیانیت کے محاذ پر حضرت پیر صاحبؒ گولڑہ شریف کو اپنا سربراہ و نمائندہ ہونے کا اعلان کیا۔ بالکل وہی صورت حال پیدا ہوئی جو پاکستان کے وجود میں آنے کے وقت ہندو کفر کے مقابلے میں اسلامی سیاسی پلیٹ فارم پر پیدا ہو گئی تھی اور یہی صورت آج سے تیرہ سو سال قبل قیصر روم کے اسلامی ممالک پر حملہ کے خطرہ کے وقت بھی پیدا ہوئی تھی۔ جب حضرت امیر معاویہؓ نے رومی سلطنت کو خبردار کیا تھا کہ اگر اندرونی اختلاف کے پیش نظر اسلامی سلطنت پر حملہ کیا گیا تو سب سے پہلا سپاہی جو حضرت علیؓ کے لشکر سے تمہارے مقابلہ کے لیے نکلے گا، وہ معاویہؓ بن ابوسفیانؓ ہوگا۔''

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ﷺ

چنانچہ پیر صاحب وعدہ کے مطابق ۲۴؍اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور پہنچ گئے اور کئی دن مرزا قادیانی کا انتظار کرتے رہے۔ مگر وہ نہ آیا۔ یوں چشم فلک نے ''جآء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا'' کا عظیم الشان نظارہ ملاحظہ کیا۔ ۲۷؍اگست کو بادشاہی مسجد لاہور میں حضرت پیر صاحبؒ کی صدارت میں مسلمانوں کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں تمام مسالک کے علمائے کرام و مشائخ عظام نے شرکت کی۔ چنانچہ اس عظیم الشان فتح کی یاد میں گولڑہ شریف میں ہر سال باقاعدگی سے ''عالمی ختم النبیین کانفرنس'' منعقد ہوتی ہے جس میں ملک بھر سے تمام مسالک کے جید علماء و مشائخ اور تمام سیاسی جماعتوں کے قائدین کو شرکت اور خطاب کی دعوت دی جاتی ہے۔ یہ اجتماع اتحاد بین المسلمین کا فقید المثال مظاہرہ ہوتا ہے۔ ۱۱۴ویں سالانہ عالمی ختم النبیین کانفرنس منعقدہ ۲۵؍اگست ۲۰۱۴ء بمقام گولڑہ شریف کے اعلامیہ میں کہا گیا: ''ہمیں تمام تر مسلکی فرقہ واریت، سیاسی اختلافات، گروہی و لسانی تعصبات کو ترک کر کے باطل قوتوں کے سامنے ملی وحدت کے ساتھ سینہ سپر ہونے کی ضرورت ہے۔''

بعض شرپسند فرقہ باز جن کا روزگار صرف فرقہ واریت کے فروغ سے ہی وابستہ ہے۔ ایک وفد کی صورت میں سجادہ نشینان گولڑہ شریف کی خدمت میں حاضر ہوا اور کانفرنس میں مخالف مسالک کے علماء و مشائخ اور سیاسی جماعتوں کے قائدین کے خطابات پر شدید اعتراض کیا۔ گولڑہ شریف کے بزرگوں نے نہایت تحمل اور برداشت سے ان کی بات سنی اور فرمایا کہ ہمارے اور دوسرے مسالک کے درمیان فروعی اختلافات موجود ہیں اور شاید ہمیشہ موجود رہیں۔ لیکن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت اور عزت و ناموس کی خاطر تمام فروعی اختلافات کو پس پشت ڈالتے ہوئے ختم نبوت کی حفاظت سب مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے۔ معمولی اختلافات کی خاطر سب سے بڑے مقدس مشن کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ورنہ منکرین ختم نبوت قادیانیوں کو اپنی مذموم سرگرمیوں کے لیے کھلا میدان مل جائے گا اور گمراہی و ارتداد کا ایک نیا دروازہ کھل جائے گا۔ اس پر فرقہ باز گروہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور اب یہ لوگ اپنے جلسے جلوسوں میں گولڑہ شریف کے پیر صاحبان کے متعلق اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں:

تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری مری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے!

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مذہب کے نام پر منبر ومحراب سے تفرقہ بازی کا درس دینے والے نام نہاد علما جب امن کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لیے گورنر، وزیر اعلیٰ، ڈی سی او یا ڈی پی او کے دفتر میں جمع ہوتے ہیں تو سب اپنے اپنے اختلافات بھلا کر آپس میں شیر وشکر ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے مصافحہ بلکہ معانقہ کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں کے بچھڑے ہوئے بھائی اب ملے ہیں۔ ایک ہی میز کے اردگرد بیٹھ کر سب مل کر چائے پیتے ہیں۔ ایک دوسرے کو بسکٹ پیش کرتے ہیں۔ اپنی اپنی تقاریر میں پرجوش انداز میں امن وامان اور مسلمانوں کے درمیان محبت واخوت اور اتفاق ویگانگت کے فروغ کے لیے اپنی اپنی قیمتی تجاویز پیش کرتے ہیں۔ انتظامیہ کو مکمل تعاون کی یقین دہانی کراتے ہیں۔ ایسا ناقابل یقین منظر پیش ہوتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان صاحبانِ جبہ ودستار میں کبھی دوری تھی نہ رنجش، سب ایک ہی فیملی کے ممبر معلوم ہوتے ہیں۔ یہی صورتحال رویت ہلال کمیٹیوں کے اجلاسوں میں ہوتی ہے۔ لیکن افسوس! صد افسوس! جونہی یہ حضرات واپس اپنے اصل مقام پر پہنچتے ہیں تو پھر وہی پرانا گورکھ دھندا، وہی طعن وتشنیع، وہی تفرقہ بازی، وہی مسلکی مناقشات۔ کیا یہ مذہب کے نام پر جھوٹ، طمع کاری اور منافقت کا مظاہرہ نہیں؟

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے متعلق سب سے پہلے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی جس کی قیادت حضرت مولانا سید ابوالحسنات شاہؒ نے کی جبکہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ وغیرہ نے ان کی قیادت وصدارت میں بھرپور کام کیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے فرزند ارجمند سید غلام محی الدین شاہؒ المعروف ’’بابو جی‘‘ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں تمام مسالک کی یکجہتی کے لیے مجلس مشاورت کے ایک اہم ترین اجلاس میں لاہور تشریف لائے۔ تمام مسالک کے علماء نے آپ کا فقید المثال استقبال کیا۔ یہ حضرت بابو جیؒ ہی کا فیضان تھا کہ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر جو بعض فروعی جھمیلوں کے باعث کبھی اکٹھا نہ ہوتے تھے۔ اس تحریک میں اکٹھے ہو کر قادیانیت سے ٹکرا گئے۔ یہ دوسرا موقعہ تھا کہ اس تحریک میں دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث ایک ہو کر قادیانیت کے خلاف متحد العمل ہوئے۔

اسی طرح ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت جس کے نتیجہ میں ملک کی منتخب اسمبلی نے قادیانیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس کی قیادت حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے کی۔ جبکہ حضرت علامہ سید محمود احمد رضویؒ، حضرت میاں جمیل احمد شرقپوریؒ اور مولانا عبدالقادر روپڑیؒ وغیرہ نے ان کی قیادت وصدارت میں بھرپور کام کیا۔

اسی طرح ۱۹۸۴ء میں جب تحریک ختم نبوت چلی جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کو خود کو مسلمان کہنے، اپنے مذہب کو اسلام کہنے اور شعائر اسلامی استعمال کرنے سے قانونی طور پر روک دیا گیا۔ اس کی قیادت شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمدؒ نے کی۔ جبکہ مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازیؒ نے ان کی قیادت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر (ربوہ) میں خطاب کے لیے تشریف لاتے جس سے قادیانیوں کے ہاں صف ماتم بچھ جاتی۔ یہ سب کچھ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ختم نبوت

کے محاذ پر اُس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہوگی جب تک مسلمان اپنے تمام اختلافات بھلا کر متحد و متفق نہ ہو گئے:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

ملت اسلامیہ کے بدترین دشمنوں میں سے قادیانی جماعت ایک خطرناک سازشی سیاسی گروہ ہے۔ قادیانیوں کا بھارت، اسرائیل اور امریکہ سے براہ راست رابطہ ہے۔ وہاں ان کے مشن قائم ہیں۔ جہاں سے وہ باقاعدہ ٹریننگ حاصل کر کے پاکستان میں دہشت گردی پھیلاتے ہیں۔ عرصہ ہوا قادیانی جماعت کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر نے دھمکی دی تھی کہ: ”عنقریب پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور یہاں افغانستان جیسے حالات پیدا ہو جائیں گے۔“ قادیانیوں نے اپنے سربراہ کی ”پیش گوئی“ کو سچ ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور پاکستان کو مسلسل عدم استحکام کا شکار بنائے رکھنے کی مذموم کوششیں کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں وہ پاکستان کے امن و امان کو تباہ کرنے کے لیے فرقہ وارانہ فسادات پیدا کرنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ قادیانی خلیفہ کے حکم پر ہر سال قادیانی بجٹ میں کروڑوں روپے کی رقم مختص کی جاتی ہے۔ کراچی، کوئٹہ، لاہور اور ملتان ان کے خاص ٹارگٹ ہیں۔ اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانی افسران کی وجہ سے یہ منصوبے آسانی سے کامیاب ہو جاتے ہیں۔ محرم الحرام اور ربیع الاوّل کے مقدس مہینوں میں قادیانی وسیع پیمانے پر شیعہ سنی اور بریلوی، دیوبندی فساد کا خطرناک منصوبہ بناتے ہیں۔ گذشتہ سال انہی مواقع پر ”کافر کافر شیعہ کافر“، ”بریلوی مشرک اور کافر ہیں“، ”دیوبندی گستاخ رسولؐ ہیں“ نامی پمفلٹ کثیر تعداد میں شائع کروا کر تقسیم کیے گئے جس کا مقصد ملک میں بدامنی اور اشتعال پیدا کرنا تھا۔ قادیانیوں کی پوری کوشش تھی کہ اس کی آڑ میں شیعہ، سنی اور دیوبندی، بریلوی فساد ہو جائے۔ تاکہ یہ مسالک تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ اور تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر الگ الگ ہو جائیں۔ علمائے کرام کو قادیانیوں کی بھیانک سازش کا نہ صرف بروقت علم ہو گیا بلکہ ان کی دور اندیشی اور نور بصیرت سے ملک بھر میں وسیع پیمانے پر فساد پھیلنے سے رک گیا۔ ۱۹۸۹ء میں انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں QSF کے صدر انس احمد قادیانی طالب علم کے کمرے سے ایسے ہزاروں پمفلٹ برآمد ہوئے۔ پولیس تفتیش میں اس نے اعتراف کیا کہ یہ سارا لٹریچر ربوہ سے لاہور میں قادیانیوں کی مرکزی عبادت گاہ دارالذکر واقع گڑھی شاہو میں آیا جو شہر میں تقسیم کرنے کے لیے سرگرم قادیانی نوجوانوں کو دیا گیا۔

فروری ۱۹۹۷ء میں شانتی نگر خانیوال میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان بڑا تصادم ہوا جس کے نتیجہ میں دونوں فریقوں کا نہ صرف بھاری مالی نقصان ہوا بلکہ پورے ملک میں لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ بھی پیدا ہوا۔ حکومت پنجاب نے اس سانحہ کی تحقیقات کے لیے ہائی کورٹ کے جج جناب جسٹس تنویر احمد خاں کی سربراہی میں یک رکنی تحقیقاتی ٹریبونل قائم کیا جس نے ستمبر ۱۹۹۷ء میں پنجاب حکومت کو اپنی رپورٹ میں کہا کہ اس سانحہ کا ذمہ دار قادیانی جماعت خانیوال کا صدر نور احمد ہے جس نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلم عیسائی تصادم کروایا۔ افسوس! حکومت نے اس سانحہ کے ذمہ دار قادیانی شرپسند کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔

آج کل قادیانی پوری قوت کے ساتھ ختم نبوت پر حملہ آور ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں بے شمار گستاخیوں پر مشتمل لٹریچر باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے، اور پوری آزادی کے ساتھ مسلمانوں میں تقسیم ہو

رہا ہے۔ قادیانی اپنی مذموم کارروائیوں کے ساتھ ملت اسلامیہ کو ختم اور شمع اسلام کو بجھانا چاہتے ہیں...... جبکہ ہم خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں...... خواب غفلت کے مزے لوٹ رہے ہیں...... سوچیے! شافع محشر حضور نبی کریم ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لیے ہم کب بیدار ہوں گے؟ اسلام کی غیرت اور لاج کے لیے کب متحرک ہوں گے؟ عقیدۂ ختم نبوت پر پے در پے حملوں سے بچاؤ کے لیے کب میدان کارزار میں اتریں گے؟ نبی کریم ﷺ، صحابۂ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کی بے حرمتی اور ان کی عزتوں کو پامال کرنے والے بدبختوں کے خلاف کب ایک آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوں گے؟ یادرکھیے! جس جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت پر شب خون مارا جارہا ہو، وہاں ختم نبوت کی حفاظت کرنا آپ کا فرض عین ہے، اس سے ذرا سا بھی اعراض کرنا خود کو حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے محروم کرنے کے مترادف ہے:

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

ہمیں غور وفکر سے کام لے کر سوچنا چاہیے کہ کیا قبر میں ہمیں ہمارے مسلک کے بارے میں پوچھا جائے گا؟ کیا محشر میں فروعی اختلافات کے بارے میں دریافت کیا جائے گا؟ اگر شفیع المذنبین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں محشر میں پوچھ لیا کہ میری ختم نبوت پر حملے ہورہے تھے، میری عزت وناموس پر کتے بھونک رہے تھے، تم نے کیا کیا؟ ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ آئے روز دنیا بھر میں اسلام، قرآن اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین وتضحیک کی جاتی ہے مگر ہمارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی اور اگر کوئی شخص اس سلسلہ میں کام کرتا ہے تو اس پر مخالف مسلک کے آدمی ہونے کا الزام لگا کر اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ اس کی نیت پر شک کیا جاتا ہے۔ افسوس! ہم نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا محاذ دشمنانِ اسلام کی یلغار کے لیے خالی چھوڑ دیا۔ ہمیں لڑنا کسی اصل محاذ پر چاہیے تھا جبکہ ہم نے طاقت کسی اور محاذ پر لگادی۔ معمولی فروعی اختلافات کی حدود توڑ کر جنگ وجدال اور نفرت وعداوت تک پہنچ جاتے ہیں۔ افسوس! یہ سب کچھ خدمت اسلام کے نام پر کیا جاتا ہے۔ مسلکوں کی لڑائی کو جہاد کہا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بات ماننا تو کجا، کوئی سننے کے لیے بھی تیار نہیں۔ اس رویے کو صحیح احادیث میں قوموں کی گمراہی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ ہمیں ایک منٹ کے لیے تنہائی میں بیٹھ کر سوچنا چاہیے کہ کیا یہ وہی مسائل ہیں جن کے لیے قرآن مجید نازل ہوا؟ کیا حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی مسائل کے لیے مبعوث ہوئے تھے؟ کیا صحابہ کرامؓ نے ان مسائل کے لیے عظیم الشان قربانیاں دی تھیں؟ کیا اولیا کرامؒ نے ان مسائل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردی تھیں؟ جس ملک میں قادیانی اور عیسائی اپنی پوری قوت اور وسائل کے ساتھ اس پر حکمرانی کے خواب دیکھتے ہوں، کھلے بندوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہورہی ہو، اسلام اور قرآن کی تعلیمات کا مذاق اڑایا جارہا ہو، وہاں فروعی اختلافات میں الجھ کررہ جانا بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے؟ مجھے یقین ہے کہ جب ہم ان معمولی اختلافات سے بالاتر ہوکر سوچیں گے تو ہمیں سخت ندامت ہوگی۔ ہم اپنی سوچ کا رخ بدلنے کی کوشش کریں گے۔ اس سے نہ صرف امت کی بہت سی مشکلات حل ہوجائیں گی بلکہ پورا معاشرہ جن مہلک خرابیوں کے غار میں جاچکا ہے، ان سے نجات مل جائے گی:

ہوا کرتی ہے اپنا کام اور شمعیں بجھاتی ہے ہم اپنا کام کرتے ہیں، نئی شمعیں جلاتے ہیں

معروف روحانی بزرگ حضرت صوفی برکت علیؒ (سالار شریف والے) اتحاد امت کے بارے میں بڑی دلسوزی اور دردمندی سے فرماتے ہیں: ''اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم پکار ہے۔ اے مسلمان! اے میری جان! اتحاد وقت کی اہم ترین پکار ہے۔ قومیت وفرقہ وارانہ کشیدگی سے بالاتر ہو کر ملتِ اسلامیہ کے مابین اتحاد واخوت کو فروغ دینے کے لیے متحد ہو جا۔ ظلم وجارحیت کو مٹانے کے لیے متحد ہو جا۔ مظلوم ومجبور کی حمایت کے لیے متحد ہو جا۔ اللہ کے دین اسلام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کے لیے متحد ہو جا اور ضرور ہو جا۔ یہ اختلافات بھی کوئی اختلافات ہیں۔ ان سب کو بالائے طاق رکھ کر اللہ کے برکت والے نام پہ، اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کے وقار کو بلند تر کرنے کے لیے متحد ہو جا اور ضرور ہو جا، ہر قیمت پہ ہو جا۔ جس طرح بھی ہو سکے ہو جا۔ اگر اس راہ میں تیری جان کی بھی ضرورت پڑے تو گریز نہ کر''۔ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

آئمہ مساجد، خطباء اور علماء کرام کا مشترکہ اجلاس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنوں کے امیر مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی نے تمام دینی مدارس کا ایک مشترکہ اجلاس بلایا۔ جس میں تمام دینی مدارس کے شیوخ الحدیث اور اساتذہ کرام سمیت تمام مذہبی جماعتوں کے قائدین حضرات نے شرکت کی۔ اجلاس عالمی مجلس بنوں کے سرپرست اعلیٰ مولانا عبدالرزاق مجددی کی زیر صدارت شروع ہوا۔ تلاوت قاری ضیاء الرحمٰن خطیب جامع مسجد ٹانچی بازار بنوں سٹی نے کی۔ جمعیت علمائے اسلام کے ضلعی امیر مولانا قاری محمد عبداللہ نے مدارس دینیہ، جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ملکی امن وامان کے لئے کوششوں اور ان کے کردار پر بیان کیا۔ انہوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو خراج تحسین پیش کیا کہ یہ واحد پلیٹ فارم ہے جس پر سب مذہبی جماعتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ مدارس دینیہ کے حوالہ سے مختلف اہم باتیں اور فیصلے بھی ہوئے۔ جس میں ''امن عالم اور تحفظ دینی مدارس کانفرنس'' کے لئے لائحہ عمل طے ہوا۔ شرکائے اجلاس سے مولانا عبدالرزاق مجددی نے خطاب کرکے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دنیا بھر کے مسلمانوں کو باطل اور اس کے آلہ کاروں کے خلاف متحد ہونے کا پیغام دیتی ہے۔ اجلاس میں یہ بات بھی طے ہوئی کہ آئندہ سالانہ ختم نبوت اجتماع کے لئے وقت متعین کرنے کے حوالہ سے ضلعی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہنجل جدید بنوں میں اجلاس رکھا جائے گا۔ مدارس دینیہ کے حوالہ سے یہ فیصلہ ہوا کہ کسی بھی مدرسہ یا اس کے منتظمین کو کوئی مشکل درپیش ہو تو سب متفقہ طور سے اس کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اجلاس میں مولانا حفیظ الرحمٰن مہتمم جامعہ معراج العلوم بنوں سٹی، مولانا عبدالرزاق مجددی جامعہ المرکز الاسلامی، مولانا قاری محمد عبداللہ امیر جمعیت علماء اسلام بنوں، مولانا عبدالحسیب، مولانا محمد سلمان، مولانا فضل کریم، مولانا مفتی برکت اللہ جامعہ علوم شرعیہ، مفتی ثناء اللہ، مفتی محمد طارق، مولانا فضل ہادی، مولانا خیر البشر، مولانا محمد یونس، مولانا محمد سعید باچا، مولانا قاری امام یوسف، مولانا شمس الحق، مفتی شہید نواز، حافظ نظام الدین، مولانا اورنگزیب سرائے نورنگ سے مولانا محمد طیب طوفانی ناظم نشر واشاعت عالمی مجلس نورنگ، مولانا صاحبزادہ محمد امین نورنگ اور دیگر علماء کرام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ یہ اجلاس مولانا عبدالرزاق مجددی کی رقت آمیز دعا سے اختتام پذیر ہوا۔

ایک عجب مردِ درویش ...... حضرت سراج السالکین رحمۃ اللہ علیہ

آخری قسط

مولانا غلام رسول دین پوری

دینی خدمات

سیاست میں شرکت کے علاوہ حضرت اقدس سراج السالکین ؒ کی دینی خدمات بے شمار ہیں۔ ان سب کا ذکر تو مشکل ہے۔ چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

مسجد کی تعمیر جدید

سب سے پہلے مسجد کی تعمیر حضرت خلیفہ ؒ کے مبارک دور میں ہوئی۔ پھر ۳۱ر مئی ۱۹۴۷ء کو حضرت امام الاتقیاء حضرت میاں عبدالہادی ؒ کے مبارک دور میں سیمنٹ اور بجری وغیرہ سے پختہ کیا گیا۔ حضرت امام الاتقیاء ؒ کا وصال مبارک ۱۹۷۸ء میں ہوا تو حضرت کے انتقال کے بعد ۱۹۸۲ء میں حضرت اقدس سراج السالکین ؒ اور میرے مرشد حضرت قبلہ مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ کے مشورہ اور جماعت دین پور شریف کی رائے سے قدیم مسجد کو شہید کر کے جدید مسجد کی تعمیر کا فیصلہ فرمالیا۔ کیونکہ سابقہ مسجد نمازیوں اور جماعت کی بڑھتی ہوئی تعداد کے لئے ناکافی محسوس ہوتی تھی۔ مسجد کی جدید تعمیر کے لئے توسیع بھی ضروری تھی تو مسجد کے قرب وجوار کی اراضی قیمتاً حاصل کر کے مسجد کی جدید تعمیر کا کام تدریجاً شروع کیا گیا۔ پہلے اندر کا حال مکمل ہوا، پھر مینار بنے اور چھوٹی چھوٹی کنگریاں، پھر باہر کے صحن میں سنگ مرمر لگایا گیا اور پھر محراب کو خوبصورت ٹائل سے سجایا گیا۔ باقی مسجد کا باہر والا تاج رہ گیا تو حضرت اقدس سراج السالکین ؒ نے اپنے لخت جگر مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ کو حکم فرمایا کہ یہ آپ بنوائیں۔ ''دیر آید، خوب آید، درست آید'' کے تحت حضرت اقدس مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ نے اپنے قلبی ذوق کے ساتھ اس تاج پر قسما قسم کی خوبصورت اور مہنگی ٹائل لگوا کر آیات قرآنیہ اور اشعار وغیرہ سے مرصع ومزین کیا اور قدیم مسجد پر جو اشعار لکھے ہوئے تھے۔ وہ سب لکھوائے اور صحن مسجد کے متصل جنوباً ایک خوبصورت گنبد والا دروازہ جہاں سے حضرت اقدس سراج السالکین ؒ مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے تعمیر کرایا۔ جس کو چاروں طرف سے آمدورفت کے لئے کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس دروازے کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا دروازہ اور بنوایا جہاں سے حضرت اقدس سراج السالکین ؒ وہیل چیئر پر مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ مسجد میں تحریر شدہ اشعار میں سے چند نقل کرتا ہوں جو میرے اور آپ کے لئے بطور موعظت کے کافی ہیں۔

محمد عربی آبروئے ہر دوسرا است
ہر کہ خاک درش نیست خاک برسراو

(حضرت محمد عربی ﷺ جو دونوں جہاں کی زینت ہیں، جو آدمی ان کے در اقدس کی خاک نہیں بنتا۔ (یعنی اتباع نہیں کرتا) تو اس کا سر خاک آلود ہو)

علی الصباح کہ مردم بہ کار روند
بلا کشان محبت بہ کوئے یار وند

(صبح کے وقت جو لوگ اپنے دنیوی کاروبار کے لئے جاتے ہیں تو اس وقت محبت الٰہی کے حصول کے لئے مشقت برداشت کرنے والے اپنے محبوب کے کوچہ میں جاتے ہیں)

ہر کہ او صبح دم بیاد حق بیدار نیست
او محبت راچہ داند لائق دیدار نیست

(جو آدمی بوقت صبح (تہجد کے وقت) حق تعالیٰ کی یاد کے لئے بیدار نہیں ہوتا۔ اسے محبت الٰہی کا کیا پتہ؟ بلکہ ایسا شخص تو دیدار کے لائق ہی نہیں)

مسجد کے ساتھ نمازیوں کی سہولت کے لئے نیا وضوخانہ بھی حضرت اقدس مولانا میاں مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم نے تعمیر کرایا ہے۔

مدرسہ ولنگر خانہ کی جدید تعمیر

یوں تو مدرسہ عربیہ صدیقیہ راشدیہ قادریہ کی جملہ تعمیرات اور اس کے مختلف بلاک حضرت اقدس سراج السالکین ؒ کی حیات مبارکہ ہی میں۔ ان کی نگرانی میں اور ان دعاؤں سے تعمیر ہوئے ہیں۔ لیکن چند سال قبل مدرسہ میں مغربی جانب جو عظیم الشان وسیع وعریض درس نظامی کے طلبہ واساتذہ کے لئے بلاک حضرت اقدس قبلہ میاں مسعود احمد مدظلہ نے تعمیر کرایا ہے۔ اس کا سنگ بنیاد خود حضرت اقدس سراج السالکین ؒ نے باوجود نقاہت وضعف کے، سہارے سے تشریف لے جاکر ۱۱ر جنوری ۲۰۱۲ء کو رکھا اور تعمیر مکمل ہونے پر افتتاح بھی فرمادیا اور اس کی قبولیت وآبادی کے لئے ڈھیر ساری دعاؤں سے بھی نوازا۔ اسی طرح لنگر عالیہ کی جدید تعمیرات بھی حضرت ؒ کی مرہون منت ہیں۔

رحیم یار خان میں جامع مسجد ومدرسہ

ضلع رحیم یار خان میں چوک کھلی کے قریب ''دین پور شریف کالونی'' کے نام سے واقع ایک آبادی ہے۔ یہاں دور دور تک خالی جگہیں پڑی نظر آتی تھیں۔ حضرت اقدس ؒ نے یہاں ڈیرہ قائم کیا اور سادہ سے کمرے بنوائے۔ جب آہستہ آہستہ آبادی بڑھتی گئی تو ایک شاندار ''جامع مسجد'' تعمیر کرائی اور ساتھ حفظ کی ایک کلاس کا نظم بھی فرمایا۔ اس ''جامع مسجد'' اور مدرسہ کی نگرانی اور جمعۃ المبارک کی نماز وخطبہ کے لئے اپنے لاڈلے وچہیتے پوتے حضرت مولانا میاں زبیر احمد مدظلہ کو مقرر فرمایا۔ بحمداللہ! اس دن سے لے کر آج تک میاں زبیر احمد، غایت درجہ کی پابندی کے ساتھ اپنی ذمہ داری نبھارہے ہیں اور جمعرات کو دین پور شریف سے تشریف لے جاتے ہیں۔ ہفتہ یا اتوار یا حسب منشاء جب چاہیں واپس ''دین پور شریف'' تشریف لاتے ہیں۔ ان ایام میں استاد محترم اپنے جدامجد کے نقش قدم پر چل کر رحیم یار خان اور دور دراز علاقوں سے آنے والے مسلمانوں کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ الحمدللہ! یہ ادارہ بھی روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ اب حفظ کی دو کلاسیں ہوگئی ہیں۔ اس ادارہ کی تعمیر بالخصوص مسجد ووضو خانہ میں بھی حضرت مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ کا وافر حصہ ہے۔ حضرت سراج السالکین ؒ کئی دن اس مسجد وادارہ

میں گزارتے اور سالانہ جلسہ سیرت النبی ﷺ کراتے اور حضرت سراج السالکین ؒ نے جب خلافت و بیعت کی جملہ ذمہ داری اپنے لخت جگر و نور بصر کے حوالے کر دی تو اس وقت سے سال بھر کا اکثر حصہ حضرت ؒ رمضان المبارک گزارنے کے لے واپس اپنے مرکز و خانقاہ دین پور شریف تشریف لے آتے۔ جب تک صحت ساتھ دیتی رہی یہی معمول مبارک رہا۔ جب نقاہت زیادہ ہوگئی تو مستقل قیام تادم واپسیں خانقاہ شریف میں رکھا۔ لیکن میرے حضرت مدظلہ اپنے والد ماجد کی طرح وقتاً فوقتاً کبھی ہفتہ کبھی دو ہفتے، اور کبھی مہینہ ورنہ جتنا ہو سکے اپنے قدوم میمنت سے اس خطۂ مبارک کو سعادت مند فرماتے رہتے ہیں اور رحیم یار خان کی جماعت کو مستفیض فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس سراج السالکین ؒ نے راقم سے فرمایا کہ ابھی مسجد نہیں بنی تھی۔ سوچتا رہا کہ کہاں بنائیں۔ کئی بار استخارہ کیا تو استخارہ میں ہمیشہ اسی جگہ حضرت لاہوری ؒ نماز پڑھتے ہوئے نظر آئے تو اللہ کا نام لے کر اس جگہ مسجد کا کام شروع کر دیا۔ اس واقعہ سے حضرت اقدس ؒ کا اپنے شیخ ؒ سے محبت و عشق کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ کس قدر فنائیت فی الشیخ تھی۔ یاد رہے کہ رحیم یار خان کی جامع مسجد ۱۹۹۶ء میں بنی ہے۔

فتح پور کمال کی مسجد و مدرسہ کی تعمیر

دنیادار اور آخرت سے غافل لوگ سب کچھ اپنی دنیا کے لئے کرتے ہیں۔ یہاں کوٹھیاں بناتے اور شادیاں رچاتے ہیں۔ لیکن اہل اللہ حضرات ہر کام میں اللہ و رسول ﷺ کا حکم اور اپنی قبر و آخرت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اس لئے اہل اللہ اور دیگر لوگوں کی زندگی میں زمین و آسمان جیسا تفاوت نظر آتا ہے۔ اسی لئے اہل اللہ دنیا کو دین کے لئے اور دین کے تابع کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ چار پیسے آئے تو ان کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے کی تدبیر کرتے ہیں۔ حضرت اقدس سراج السالکین ؒ نے ''خانقاہ دین پور شریف'' کی جامع مسجد، اور رحیم یار خان کی جامع مسجد و مدرسہ کی تعمیر کے بعد دیکھنا اور سوچنا شروع فرمایا کہ اب کہاں مسجد کی ضرورت ہے تو قلب میں القاء ہوا کہ ''فتح پور کمال'' کی جگہ نہایت موزوں ہے۔ اللہ کا نام لے کر وہاں کام شروع کر دیا اور ''جماعت دین پور شریف'' نے ابابیلوں کی طرح لگ کر بہت تھوڑے وقت میں کام مکمل کر لیا اور افتتاح کے لئے بہت بڑا جلسہ انعقاد پذیر ہوا۔ اب جمعۃ المبارک کے بیانات کے لئے مختلف علماء کرام کی ڈیوٹیاں حضرت ؒ نے لگا دیں۔ بالخصوص ''تحفظ ختم نبوت'' میں کام کرنے والوں کو تو حضرت ؒ سرفہرست رکھتے۔ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا سے تو حضرت ؒ کا والہانہ تعلق تھا۔ کئی بار راقم کے سامنے مولانا کا نام لیا تو چشم پرنم سے لیا اور فرماتے: ''مجھے ان کا بیان بہت اچھا لگتا ہے۔ کوئی خطیب اور مولوی ایسے بیان نہیں کرتا۔ حضور ﷺ کے عشق میں ڈوب کر اور سرشار ہو کر وہ بیان کرتے ہیں اور جب حدیث رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں تو ایسے لگتا ہے جیسے حضور ﷺ ان پر راضی ہیں۔'' یہ بات راقم نے مبالغۃً نہیں حقیقتاً لکھی ہے: ''اللہ کرے زور بیان اور زیادہ''

راقم الحروف کے ذمے بھی چار جمعے مسلسل لگائے۔ اب مستقل ڈیوٹی حضرت مولانا میاں زبیر احمد مدظلہ کے صاحبزادے حضرت مولانا میاں مفتی سہیل احمد کی ہے۔ جب یہ مسجد تیار ہوگئی تو حضرت ؒ سال میں کچھ وقت رحیم یار خان کی جامع مسجد میں گزارتے اور کچھ وقت ''جامع مسجد فتح پور کمال'' میں۔ لیکن رمضان المبارک اور عیدین

(عیدالفطر، عیدالاضحیٰ) خانقاہ دین پور شریف میں۔ جب نقاہت کا غلبہ ہوگیا تو یہاں آمد ورفت کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا۔ حضرت مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اور حضرت مولانا میاں زبیر احمد مدظلہ بھی اس مسجد اور رحیم یار خان کی مسجد کو وقت دیتے اور نگرانی فرماتے ہیں۔ یہاں بھی حفظ کی کلاس کا نظم ہے۔ اس کی دیکھ بھال حضرت استاذ محترم فرماتے ہیں اور بھی تعمیر مساجد کا کام اور دینی خدمات سرانجام دی ہیں۔ حق اور سچ تو یہ ہے کہ ان مساجد کی تعمیرات حضرت کی گہری بصیرت پر روز روشن کی طرح دال ہیں۔ اگر یہ مساجد نہ بنواتے تو یہ علاقے شرک وبدعت میں غرق ہوجاتے۔ مضمون کی طوالت کا خوف ہے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اور انہی جیسے حضرات کے لئے کہا گیا ہے۔

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

شب وروز کے معمولات

رات کو دس گیارہ بجے آرام فرماتے۔ تقریباً ۲ بجے تہجد کے لئے بیدار ہوتے، وضو فرما کر تہجد کی بارہ رکعات دو رکعات تحیۃ الوضوء کے علاوہ ادا فرماتے۔ پھر صبح کی نماز تک تسبیحات (استغفار ودرود شریف کی) کرتے رہتے۔ پھر فجر کی نماز حنفی وقت کے مطابق بالکل اسفار (خوب روشنی ہونے) میں پڑھتے اور اشراق کے وقت تک مسجد میں تشریف رکھتے اور تسبیحات کرتے رہتے۔ اشراق کی چھ یا چار رکعات ادا کر کے گھر تشریف لے جاتے۔ (سفر وحضر میں یہی معمول رہتا) اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔ عموماً ۲ پارے تلاوت فرماتے۔ لیکن رمضان المبارک (بقول حضرت جوانی کے زمانے) میں ایک ختم، اخیر عمر میں ۱۰ یا ۱۵ پارے تلاوت فرماتے۔ رمضان المبارک اور شوال کے روزوں اور جمعۃ المبارک کے علاوہ ساڑھے سات آٹھ بجے باہر تشریف لاتے۔ تعویذات لینے والوں اور ملاقات کرنے والوں کے پاس گیارہ، بارہ بجے تک تشریف رکھتے۔ پھر گھر تشریف لے جا کر قیلولہ فرماتے، ظہر کو اٹھتے، نماز ظہر حنفی وقت کے مطابق سردیوں میں کچھ جلدی اور گرمیوں میں پونے تین، تین بجے ادا فرماتے۔ زندگی مبارک کے آخری کئی برس تک نماز ظہر کے بعد عصر تک مسجد میں تشریف رکھتے۔ پہلے تسبیحات میں مشغول رہتے۔ پھر کوئی ملنے والا آتا تو خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے ملاقات فرماتے اور اس کا دکھ درد سنتے۔ لیکن اس وقت تعویذات نہیں دیتے تھے۔ پھر عصر کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لے جاتے۔ تازہ وضو کرتے اور مغرب کی نماز کے لئے مسجد تشریف لے آتے۔ مغرب پڑھ کر ۲۰ رکعات تقریباً سنت ونفل کے علاوہ اوابین کی ادا فرماتے۔ پھر تسبیحات میں مشغول رہتے۔ پھر عشاء کی اذان سے آدھا گھنٹہ قبل مجلس ذکر کراتے۔ نماز مغرب کے بعد لنگر خانے میں خادم کھانے کے لئے یوں اعلان کرتا ہے۔ ''کھانا کھاؤ فقیرو!'' تین مرتبہ یہ صدا لگاتا ہے۔ پھر کھانے کے بعد تین مرتبہ یوں اعلان کرتا ہے۔ ''ذکر ذکر فقیرو!'' سبھی وضو کر کے حضرت کے سامنے حلقہ بنا کر بیٹھتے اور مجلس ذکر قائم ہوجاتی۔ (یہ سلسلہ یوں ہی حضرت خلیفہ کے زمانہ مبارک سے چلا آرہا ہے اور حضرت کے وصال مبارک

کے بعد ابھی تک قائم ہے۔ اللہ تا قیامت آباد رکھے۔ آمین!) نماز عشاء پڑھ کر کبھی مسجد میں اور کبھی گھر تشریف لے جاکر سورۂ یٰسین، سورۃ الم سجدہ، سورۃ الملک اور دیگر اوراد وظائف پڑھتے اور دس گیارہ بجے آرام فرما ہو جاتے۔ درود شریف، استغفار اور دیگر اذکار ہزاروں کی تعداد میں یومیہ پڑھنے کا معمول رہا۔

ایک تجزیہ

حضرت مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ فرماتے رہتے ہیں کہ عبادت، اور وظائف اور ذکر و شغل کا کمال حد درجہ ہے۔ یہ فرما کر فرمایا کہ: ''تقویٰ امام الاتقیاء حضرت مولانا میاں عبدالہادی ؒ پر ختم تھا اور ذکر و شغل ان (حضرت سراج السالکین ؒ) پر ختم ہے۔''

رمضان المبارک کا اہتمام

رمضان المبارک کی آمد سے قبل تیاری ہوتی، خوب اہتمام فرماتے۔ روزوں کی پابندی، تراویح کا اہتمام فرماتے۔ پہلے اعتکاف میں بھی بیٹھتے رہے۔ جب سے معتکفین کا اژدھام ہوا تو ترک کر دیا۔ جملہ معتکفین کو عید کے کپڑے سلوا کر دیتے تھے۔ پاکستان بھر سے متعلقین وغیر متعلقین آکر اعتکاف کرتے تھے۔ اب بھی کرتے ہیں۔

حسن سلوک وخوش اخلاقی

اپنے معمولات اور اوقات پر اتنا مستقل مزاج تھے کہ امیر ہو یا غریب، خواص ہوں یا عوام میں سے کوئی، عالم ہو یا جاہل بلا امتیازی نشست اختیار کرتے، وہیں تشریف رکھتے اور ہر ایک سے محبت فرماتے۔ خوش روئی وخوش اخلاقی سے حال دریافت فرماتے۔ یوں محسوس ہوتا کہ ایک والد اپنی اولاد سے یا ایک دادا اپنے پوتوں سے پیار کی باتیں کر رہا ہے۔ اس کیفیت میں دکھی آدمی کا دکھ اور غمزدہ آدمی کا غم اور مریض آدمی کا مرض خالی حضرت ؒ کی محبت اور خوش اخلاقی سے کافور ہو جاتا۔ کتنے لوگ حکیموں وڈاکٹروں سے منہ موڑ کر حضرت ؒ کی طرف رجوع فرماتے اور اللہ کے فضل وکرم سے شفایاب ہو جاتے۔

صلحاء، علماء اور طلبہ کی قدر دانی

حضرت ؒ نے اپنے خدام سے فرما رکھا تھا کہ اوقات تعویذات سے یا اس کے علاوہ حضرات صلحاء اور علماء کرام یا طلبۂ عزیز آئیں تو ان کی تضیع اوقات سے بچتے ہوئے (کیونکہ وہ دینی کام میں مصروف رہتے ہیں) سب سے پہلے مجھے مطلع کر دو تا کہ ان سے جلد احوال سنا جائے تو حضرت کو خدام فی الفور مطلع کرتے۔ حضرت ان کے لئے جگہ خالی کرا کر معانقہ فرماتے اور دعاؤں سے رخصت فرماتے اور اگر کوئی قیام کرنے والا ہوتا تو اس کے علیحدہ اچھی رہائش اور خورد ونوش کا انتظام ہوتا۔ بحمداللہ! حضرت مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ اور حضرت مولانا میاں زبیر احمد مدظلہ بھی اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حالات کے تغیر اور واردین وصادرین کے مزاج کے مطابق سلوک فرماتے ہیں۔

لنگر خانہ کی نگرانی

تشریف لانے والے مریدین ومتوسلین مردوں اور عورتوں کے کھانے کی نگرانی، رہائش کا نظم خود فرماتے تھے۔ رمضان المبارک میں معتکفین کا علیحدہ، دیگر مہمانوں کا علیحدہ دستر خوان لگواتے۔ جب تک سب حضرات کو کھانا اور رہائش نہ مل جاتی، خدام سے دریافت فرماتے رہتے۔ تسلی واطمینان دلانے پر بس ہوتی۔ گرمیوں کے موسم میں طلبہ کو ستو پلاتے، موسمی پھل کھلاتے اور خود بیٹھ کر نگرانی فرماتے۔ بتایئے! ایسا شفیق مرشد اور روحانی والد کہاں سے آئے گا؟

صلحاء کی آمد اور فضا کی تبدیلی

دارالعلوم دیو بند، سہارن پور اور ملک پاکستان کے صلحاء مثلاً حضرت مدنی ؒ، حضرت لاہوری ؒ، مولانا عبید اللہ انور ؒ، حضرت قاری محمد طیب ؒ، مولانا سید اسعد مدنی ؒ، مولانا مفتی محمود ؒ، علامہ حضرت بنوری ؒ، خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ، حاجی عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم، مولانا طلحہ صاحب مدظلہ وغیرہم حضرات کی جب آمد ہوتی تو خانقاہ شریف کا عجیب سماں ہوتا۔ فضا ہی بدل جاتی۔ حضرت سراج السالکین ؒ اپنی مجلس مبارک میں جب اکابرین علماء دیو بند (خصوصاً حضرت شیخ الہند ؒ، حضرت مدنی ؒ، حضرت لاہوری ؒ، حضرت بخاری ؒ، حضرت خلیفہ ؒ، حضرت میاں عبدالہادی ؒ) کا تذکرہ فرماتے تو آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے اور اس شعر پر ختم فرماتے ۔

اولئک اٰبائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

صحبت رسول ﷺ واہل بیت واصحاب رسول

اپنی مجلس میں جب آپ ﷺ کا ذکر فرماتے تو یوں کہتے: ''میرے حضور''، ''میرے آقا'' (ﷺ) نے یہ فرمایا۔ حاضرین کو سنت نبویؐ پر چلنے کی تلقین فرماتے۔ بچوں اور بچیوں کے نام صحابہ کرام، ازواج مطہرات، بنات، طیبات (رضی اللہ عنہم اجمعین) جیسے نام رکھنے کا پرزور حکم فرماتے اور غلط نام تبدیل فرماتے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو انگریزی لباس پہنانے سے منع فرماتے۔ مردوں کو داڑھی رکھنے، عورتوں کو شرعی پردہ کرنے کا پابند بناتے۔ ناخن پالش لگانے اور غیر شرعی لباس پہننے سے روکتے۔ بس سارا دن یہ ''امر بالمعروف نھی عن المنکر '' کا سلسلہ جاری رہتا۔ جمعہ اور جلسہ کے بیان توجہ سے سماعت فرماتے۔ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، تذکرہ اہل بیت وصحابہ کرامؓ سنتے تو گریہ فرماتے رہتے۔ جب رحیم یار خان ہوتے (بروایت حضرت مولانا میاں زبیر احمد مدظلہ) نماز جمعہ کے لئے تشریف لاتے تو آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے اور یہ فرماتے ہوئے تشریف لاتے کہ ''میاں زبیر احمد!'' آج میرے دل کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔ آج میرے دل کو خوش کر دیا ہے۔ خدا تجھے خوش رکھے۔

تواضع وفنائیت

اتنی کثرت سے عبادت، اوراد ووظائف کرنے کے باوجود خشیت الٰہی اور تواضع وغیرہ کا یہ عالم تھا کہ

جب کوئی تعریفی کلمات کہتا تو یہ فرماتے کہ میں تو بہت گنہگار ہوں۔ میں نے تو شیخ سعدیؒ کے قول کو یاد رکھا ہوا ہے کہ قیامت کے دن ان مشائخ اور علماء کرام کے سامنے شرمندہ کر کے نہ اٹھانا۔ کیا ہماری عبادات اور کیا ہماری نمازیں۔ بس اللہ راضی ہو جائے اس کی صمدیت و بے نیازی سے ڈر لگتا ہے۔ پھر احوال قبر و برزخ اور احوال آخرت کا تذکرہ فرماتے اور گریہ کناں ہوتے۔ ایک مرتبہ شب عیدالفطر کو بعد نماز مغرب راقم نے ٹوٹے پھوٹے روزوں کی قبولیت کی دعا کی درخواست کی تو فرمانے لگے: ''اللہ سے قبولیت کی درخواست نہ کیا کرو۔ کیا ہماری عبادات ہیں۔ یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ میرے گناہوں پہ معافی کا قلم پھیر دے۔'' اور شیخ سعدیؒ کا یہ شعر با ترجمہ پڑھا ۔

من نہ گویم کہ طاعتم بہ پذیر
قلم عفو برگناہم کش

(میں یہ نہیں کہتا کہ میری عبادت قبول فرما۔ بلکہ میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے گناہ پر معافی کا قلم پھیر دے)

علالت

یوں تو تھوڑی بہت تکلیف رہتی تھی اور نقاہت بھی۔ مگر گذشتہ برس سے کچھ مرض اور نقاہت زیادہ ہونے لگی۔ عیدالفطر کے بعد راقم ملاقات کر کے دعاؤں کے ڈھیر لے کر آیا۔ نقاہت اس وقت بھی تھی۔ کچھ دنوں بعد (تقریباً انتقال سے دو ماہ قبل) تکلیف زیادہ ہوئی تو رحیم یار خان ڈاکٹر قاضی عبدالصمد کے ہاں تقریباً تین ہفتے زیر علاج رہے۔ جگر کا عارضہ تھا۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ حضرت مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ واپس خانقاہ لے آئے۔ راقم الحروف نے انتقال پر ملال سے ایک ہفتہ قبل اپنے مرشد کی خدمت میں حاضری دی اور حضرتؒ کی خیریت دریافت کی تو فرمایا: ''حالت ناساز ہے۔'' دو راتیں وہاں رہا۔ دوسری رات آنے سے قبل بعد نماز عصر فرمایا: ''مغرب پڑھ کر حضرتؒ کی زیارت کر آنا۔ حضرتؒ کسی سے بولتے تو نہیں۔ غشی طاری رہتی ہے۔ بس زیارت کر لینا۔ صبح تو تو چلا جائے گا۔'' حسب الحکم مغرب پڑھتے ہی حضرتؒ کے خادم سے زیارت کی درخواست کی تو فی الفور لے گیا۔ حضرتؒ کے پاس والی چارپائی پر بٹھا دیا۔ پندرہ بیس منٹ خوب زیارت کی۔ بلب کی روشنی دھیمی، چہرے مبارک کی چمک زیادہ نظر آ رہی تھی۔ اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ مگر بے ادبی کا خوف بھی تھا۔ اس لئے جلدی واپس لوٹا۔

انتقال پر ملال

وفات سے ایک آدھ دن سے پہلے حالت بہت ہی ناساز ہو گئی۔ حضرت مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کو فرما دیا کہ قرآن پاک کی تلاوت، سورۂ یٰسین کا ورد رکھو۔ حضرت مولانا میاں زبیر احمد مدظلہ نے بھی اپنے بیٹے میاں عزیز احمد و مفتی سہیل احمد کو تعینات کر دیا کہ مدرسہ کے بڑے بڑے سمجھدار طلبہ کو مقرر کر دو۔ وہ تلاوت کرتے رہیں اور خود بھی ساتھ بیٹھو۔ بالآخر ۳ر صفر المظفر ۱۴۳۶ھ بروز بدھ بعد نماز ظہر تین بج کر بیس منٹ پر روح مبارک نے جسد عنصری سے پرواز کی۔ انتقال کی خبر اسی وقت جنگل کی آگ کی طرح پورے پاکستان میں پھیل گئی۔ اگلے دن دس بجے جنازے کا اعلان بھی کر دیا گیا۔

نماز جنازہ

اعلان سنتے ہی وارفتگی کے عالم میں خلق خدا جمع ہونے لگی۔ بدھ کے دن (یعنی انتقال کے دن) بعد عصر غسل وکفن کا عمل ہوا۔ اب زائرین گروہ در گروہ آتے اور زیارت کر کے سسکیاں بھرتے ہوئے واپس لوٹتے۔ صبح تک مسلسل یہ عمل (زیارت کا) جاری رہا۔ نماز فجر کی ادائیگی کے کچھ دیر بعد اعلان ہوا کہ دور دراز سے اپنی اپنی گاڑیوں اور دیگر تشریف لانے والے حضرات ''سٹی پارک خان پور'' تشریف لے چلیں۔ جنازہ بذریعہ ایمبولینس بوقت ۹ ربجے لے جایا جائے گا۔ آپ کہیں اژدھام کی وجہ سے جنازہ سے رہ نہ جائیں تو خلق خدا دم بخود ہو کر آہستہ آہستہ روانہ ہوئی اور ''سٹی پارک خان پور'' میں جمع ہونے لگی۔ اب جوں جوں وقت گزرتا گیا، رش بڑھتا گیا اور سب کی نظریں تاک رہی تھیں کہ کب ''مرشد العالم'' کا جنازہ آئے اور زیارت سے بہرہ مند ہوں۔ اژدھام اتنا کہ پارک کے اندر سے کہیں زیادہ خلق خدا باہر تھی۔ ہر طرف گاڑیاں، موٹر سائیکل اور بہتے ہوئے دریا کی طرح خلق خدا چلتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ ساڑھے دس بجے تقریباً ایمبولینس نظر آئی۔ آگے بھی پولیس کی گاڑیاں، پیچھے بھی، درمیان میں ''حضرت مرشد العالم'' کی گاڑی، ایمبولینس کے پیچھے حضرت مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ اور پولیس والوں کی گاڑی، گاڑیوں کا طویل تسلسل اور لمبی قطار۔ یوں لگتا تھا کہ بادشاہ وقت کا جنازہ جارہا ہے۔ بادشاہ کیا، وہ تو ان جیسی ہستی کی جوتی کی خاک برابر بھی نہیں۔ تاہم رفتہ رفتہ یہ ایمبولینس پارک میں لائی گئی۔ صفیں تیار ہوئیں، لوگ ریلوے لائن پر ''پارک'' کی چھتریوں اور درختوں پر چڑھ کر بس ایمبولینس کو تاکتے رہے۔ بیسیوں اعلانات ہوئے کہ نیچے اترو تا کہ جنازہ پڑھا جائے۔ کیا مجال کہ اترنے کا نام لیں۔ بالآخر پونے گیارہ بجے کے قریب حضرت مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سپیکر کا نظم نہ ہونے کی وجہ سے مکبرین نے تکبیرات کی صدائیں بلند کیں اور جنازہ پڑھا گیا۔ جنازہ کے بعد ''ایمبولینس'' خانقاہ عالیہ قادریہ راشدیہ دین پور شریف کی طرف روانہ ہوئی۔ سبھی تاکتے ہوئے زبان حال سے کہہ رہے تھے ۔

اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہرے تماشاے روی

تدفین

لحد مبارک پہلے سے تیار کر رکھی تھی۔ دین پور شریف کے قبرستان کے خاص حصہ میں جہاں بحار معرفت، جبل استقامت، متبع شریعت، شخصیات ومشائخ آسودۂ خواب ہیں۔ وہاں اپنے والد ماجد امام الاتقیاء حضرت مولانا میاں عبدالہادی ؒ کے پہلو میں حضرت اقدس سراج السالکین ؒ کی تدفین تقریباً ساڑھے گیارہ بجے کے بعد عمل میں آئی۔ حضرت ؒ کے بیٹوں، پوتوں اور متعلقین نے لحد مبارک میں اتارا۔ حضرت اقدس ؒ قیامت تک کے لئے اپنے جد امجد اور والد ماجد کے ساتھ لاکھوں انسانوں کو یتیم کر کے محو خواب ہوگئے ۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت میاں مسعود احمد صاحب کی دستار فضیلت

حضرت اقدس سراج السالکین ؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں حضرت میاں مسعود احمد کو خلعت خلافت سے نواز دیا تھا اور جملہ ذمہ داریاں مدرسہ وخانقاہ اور جماعت سنبھالنے اور ان کی روحانی تربیت کرنے کی سونپ دی تھی، اور سب سے پہلے اپنے جد امجد راس الاتقیاء ؒ سے جی بھر کے کسب فیض کیا اور معرفت باری تعالیٰ کے جام نوش فرمائے، انہوں نے بھی امانت الٰہی میرے حضرت مدظلہ کے سپرد فرمادی تھی اور حضرت لاہوری ؒ سے بھی روحانی تربیت حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا عبیداللہ انور ؒ نے بھی ایک بڑے جلسہ میں حضرت میاں عبدالہادی ؒ والی دستار فضیلت سر مبارک پر رکھ کر خلافت سے نوازا اور فرمایا کہ یہ آپ کے جد امجد کی امانت میرے پاس تھی جو آپ کے حوالے کر رہا ہوں۔ حضرت مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ نے اس طرح یہ بار امانت قبول فرمایا کہ چشم مبارک اشکبار تھیں اور ایک باادب تلمیذ رشید کی طرح دوزانوں، سرنگوں ہو کر تشریف فرما رہے۔ اب حضرت میاں مسعود احمد مدظلہ کے بھائیوں نے چاہا کہ ہم کسی کو بڑا بنا کر اپنے آپ کو ان کے زیر سایہ وزیر تربیت رکھیں۔ چنانچہ ۶ رصفر المظفر ۱۴۳۶ھ بروز ہفتہ بھرے مجمع میں جملہ برادران گرامی قدر نے اپنے بھائی حضرت مولانا میاں ریاض احمد کی نمائندگی میں دو دستاریں ایک اپنی طرف سے اور ایک حضرت قطب الاقطاب خلیفہ غلام محمد نوراللہ مرقدہ کی دستار مبارک جو بحفاظت چلی آرہی تھی دونوں حضرت مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ کے مبارک سر پر سجائیں۔ حضرت نے دونوں دستاریں چومیں، آنکھوں سے لگائیں اور سر پر رکھیں۔ پھر حضرت مولانا میاں ریاض احمد مدظلہ نے کھڑے ہو کر مختصر بیان فرمایا اور یہ اعلان کیا کہ ہم سب بھائی حضرت مولانا میاں مسعود احمد مدظلہ کو اپنا باپ تصور کرتے ہیں۔ ان کے زیر سایہ وزیر تربیت بھائی بن کر نہیں غلام بن کر زندگی گزاریں گے۔ ہم ان کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اس طرح کا بیان فرمایا اور حاضرین مجلس کو خوب رلایا۔ اللہ تعالیٰ اس مرکز رشد وہدایت کو تاقیامت آباد وشاد رکھے اور اس کے فیض کو پورے عالم میں پھیلائے۔ آمین ثم آمین! اب اس مختصر سے مضمون کو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔ جو انہوں نے حضرت خلیفہ صاحب ؒ کی مزار شریف کی طرف اشارہ کرکے پڑھا تھا۔

آباد رہے ساقی! ہر دم تیرا میخانہ ہو خیر تیرے گھر کی بھر دے میرا پیمانہ

موت اور آخرت کی تیاری!

حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

’’ہوشیار اور توانا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کے لئے یعنی آخرت کی نجات وکامیابی کے لئے عمل کرے۔ اور نادان وناتواں وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو اپنی خواہشات نفس کے تابع کردے۔ اور بجائے احکام خداوندی کے اپنے نفس کے تقاضوں پر چلتا رہے۔ اور پھر بھی اللہ رب العزت سے امیدیں باندھے۔‘‘ (ترمذی وابن ماجہ)

یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ

مولانا اللہ وسایا

پاکستان کی ایک اور نابغہ روزگار شخصیت حضرت مولانا محمد نافع صاحب بھی وصال فرماگئے۔ آپ کا وصال فیصل آباد کے ہسپتال میں ۳۰ دسمبر ۲۰۱۴ء کی شب ساڑھے دس بجے ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

چنیوٹ سے قریبا پینتیس کلومیٹر جھنگ روڈ پر ایک اڈا جامعہ آباد آتا ہے۔ جامعہ آباد سے بجانب غرب دو کلومیٹر پر ایک گاؤں ''محمدی شریف'' ہے۔ یہاں ایک بزرگ عالم دین حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے مولانا سلطان محمود چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا سلطان محمود چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث شریف کی تعلیم قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا بیعت کا تعلق خانقاہ سیال شریف ضلع سرگودھا سے تھا۔ سیال شریف کے بانی حضرات کا تعلق قطب عالم حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ساکن محمدی شریف نے اپنے صاحبزادہ مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سیال شریف کے اعلیٰ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے صغرسنی میں بیعت کرادیا۔ مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ سیال شریف کے حضرت ثانی خواجہ محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرف بیعت حاصل کیا اور پھر سیال شریف کے حضرت ثالث مولانا خواجہ ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرف بیعت کے علاوہ سعادت حصول خلافت کا شرف بھی پایا۔ انہیں حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے تین صاحبزادے دیئے۔ ان میں سے سب سے چھوٹے کا نام محمد نافع تھا۔

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۴ء میں حج کے لئے حاضر ہوئے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جانے کے لئے اونٹوں پر سفر ہوا۔ ساربان کا نام نافع تھا۔ وہ اتنا شریف النفس اور عالی اخلاق ساربان تھا کہ سفر حج سے واپسی پر مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۹۱۵ء میں اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا تو اس کا نام مدنی ساربان کے نام پر نافع تجویز کیا۔ عموماً عرب میں مفرد نام ہوتے ہیں اور عجم میں مرکب، تو صرف نافع کی بجائے تبرک کے طور پر اسم گرامی محمد کا اضافہ کر کے ''محمد نافع'' نام تجویز کیا۔ اس صاحبزادہ ''محمد نافع'' نے اپنے والد گرامی مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ سے حفظ قرآن مجید مکمل کیا۔ مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ تھے جو فاضل دیوبند اور مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ ان سے اور مولانا اللہ جوایا شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائی دینی کتب کی مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ اشاعت العلوم فیصل آباد، جوان دنوں جامع مسجد کچہری بازار میں قائم تھا۔ حضرت مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حکیم حافظ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نابینا بی۔اے، سے مزید تعلیم حاصل کی۔ اس دوران آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمدی

شریف میں ''جامعہ محمدی'' کی بنیاد رکھی۔ حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیروی ؒ فاضل دیوبند پہلے صدر مدرس کے طور پر یہاں تشریف لائے تو مولانا محمد نافع ؒ بھی فیصل آباد سے اپنے گاؤں محمدی شریف میں مولانا چوکیروی ؒ سے پڑھتے رہے۔ اچھالہ وادی سون سکیسر حضرت مولانا قطب الدین ؒ ، مولانا احمد بخش گدائی ؒ ضلع ڈیرہ غازیخان اور دیگر اساتذہ سے بھی جو اس وقت جامعہ محمدی شریف میں مدرسین تھے آپ نے کسب فیض کیا۔ مشکوٰۃ شریف کے سال آپ نے واں بھچراں ضلع میانوالی میں مولانا غلام یاسین ؒ اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ انی ضلع گجرات کے معروف استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ولی اللہ ؒ سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا اور پھر دورہ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے کیا۔

۱۳۶۲ھ کی بات ہے۔ تب شیخ العرب العجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے۔ (حضرت مدنی ؒ نے بخاری شریف شروع کرائی چند دن اسباق پڑھائے اور پھر گرفتار ہوگئے) حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ؒ ، حضرت مولانا اعزاز علی امروہی ؒ ، حضرت مولانا محمد شفیع عثمانی دیوبندی ؒ ایسے اساتذہ کرام سے مولانا محمد نافع ؒ نے دارالعلوم دیوبند میں حدیث شریف پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد ؒ ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر ؒ آپ کے دارالعلوم دیوبند میں ہمدرس تھے۔

فراغت کے بعد آپ اس وقت کی معروف جماعت ''تحریک تنظیم اہل سنت پاکستان'' سے وابستہ ہوئے۔ تنظیم اہلسنت کا اس وقت ترجمان سہ روزہ ''دعوت'' لاہور تھا جس کے ایڈیٹر حضرت مولانا نورالحسن شاہ بخاری ؒ تھے۔ چوکیرہ ضلع سرگودھا سے آپ کے استاذ محترم حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیروی ؒ کا رسالہ ''الفاروق'' ماہواری شائع ہوتا تھا۔ ان میں آپ نے لکھنا شروع کیا۔ آپ نے ان مضامین کے ذریعے بہت جلد قارئین میں ایک حلقہ پیدا کرلیا۔ فراغت کے بعد اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر ؒ کے قائم کردہ ''جامعہ محمدی شریف'' میں پڑھاتے بھی رہے اور پھر ایک زمانہ میں ناظم بھی رہے۔ سینکڑوں حضرات نے آپ سے کسب فیض کیا۔ مولانا محمد نافع ؒ ایک بزرگ، متبحر اور نقطہ رس عالم دین تھے۔ آپ نے لکھنا شروع کیا تو اس میں اعتدال کی وہ مثال قائم کی کہ خود اس میں ''ضرب المثل'' بن گئے۔ عموماً ''رفض'' کے خلاف کام کرنے والے خام ذہن اور رسوخ فی العلم نہ ہونے کے باعث ''خارجیت'' کے جراثیم کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔ لیکن جن حضرات نے پوری عمر عظمت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے نہ صرف کام کیا بلکہ اس محاذ کے اپنے وقت میں امام قرار پائے۔ ان میں حضرت مولانا محمد نافع ؒ صف اول میں نمایاں اور بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ اعتدال میں اپنی مثال آپ تھے۔ جہاں آپ عظمت صحابہؓ کے نامور وکیل تھے۔ وہاں عظمت وتکریم اہل بیتؓ کے صف اول کے علمبردار تھے۔ برصغیر میں ماضی بعید میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ نے عظمت اہل بیتؓ ودفاع صحابہ کرامؓ کے لئے بہت ہی تحریری علمی ذخیرہ چھوڑا۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی ؒ نے اپنے دور میں اس کام کو آگے بڑھایا اور پھر ان شیخین کریمین کے بعد مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری ؒ ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ ، مولانا قاضی مظہر

حسین رحمہ اللہ اور ہمارے ممدوح مولانا محمد نافع رحمہ اللہ نے وہ تحریری خدمات سرانجام دیں جس پر آنے والی نسلیں بھی ان کی احسان مند رہیں گی۔

مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی تصانیف پر ایک نظر ڈالیں تو بعض وجوہ سے آپ کی کتابیں اپنے معاصر حضرات سے بہت ساری امتیازی شان اپنے اندر رکھتی ہیں معلومات کا خزانہ ہیں۔فریق مخالف کو اس کے مسلمات سے کمال فروتنی اور جذبہ خیرخواہی علم کے ساتھ آپ آئینہ دکھاتے ہیں کہ اس سے وہ سوائے اپنے ڈوب،ڈوب جانے کے کوئی راستہ نہیں پاتا۔مولانا محمد نافع رحمہ اللہ نے جس عنوان پر قلم اٹھایا دیانتداری کی بات ہے کہ ان کی تحریر اس عنوان پر ''حرف آخر'' کا درجہ رکھتی ہے۔آپ کی تصانیف میں:

۱......مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین۔۲......حدیث ثقلین۔۳......رحماء بینھم۔۳ جلدیں۔

۴......مسئلہ اقربا پروری۔ ۵...... حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی اہلیہ۔ ۶...... بنات اربعہ۔ ۷۔ سیرت سیدنا علی المرتضیٰؓ......۸ سیرت سیدنا معاویہؓ۔۹......فوائد نافعہ۲ جلدیں قابل ذکر ہیں۔

ان کو پڑھیں تو معلومات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نظر آتا ہے۔اس کی گہرائی تک رسائی حاصل کریں تو موتیوں کے ڈھیر ہی ڈھیر پائے جاتے ہیں۔طرز تحریر،اسلوب بیان،ایسا دل کش،سادہ،عام فہم اور معتدل جو قلب و نظر کو سدا بہار بنادے۔

قادیانیوں نے ۱۹۳۵ء میں ''روزنامہ الفضل لاہور'' کا خاتم النبیین نمبر شائع کیا جس میں دھوکہ دہی کی انتہا کردی۔دجل و کذب کا شاہکار یہ اخبار سامنے آیا تو دنیا نے دیکھا کہ نام خاتم النبیین اور اندر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نبوت جاری ہے۔اف اللہ! حد ہوگئی علمی بددیانتی کی کہ خاتم النبیین کے نمبر کے نام سے اجراء نبوت کا اثبات،اجراء نبوت کے اثبات کو خاتم النبیین کا نام دینا گویا جاہل کو مولوی فاضل اور اندھی کو نور بھری قرار دینے کی کوشش تھی۔قادیانیوں کے اس دجل پر سب سے پہلے ہمارے جن مخادیم نے امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا وہ حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ اور پھر مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمہ اللہ تھے۔

مولانا محمد نافع رحمہ اللہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار بھی رہے۔پہلے جھنگ پھر لاہور بورسٹل جیل میں تین ماہ سنت یوسفی کو زندہ کیا۔آپ ختم نبوت کے نہ صرف قدردان تھے بلکہ ہر دم باخبر رہتے تھے اور غائبانہ دعاؤں سے اس محاذ پر کام کرنے والوں کی ڈھارس بندھواتے تھے۔وہ کیا گئے،دنیا نے انہیں کیا زیر زمین کیا،کہ علم و فضل کا خزانہ پوشیدہ ہوگیا۔

سو سال عمر پائی۔آخر وقت تک دل ودماغ،حافظہ،علوم کا استحضار حیرت انگیز طور پر برابر کام کررہا تھا۔۳۰ دسمبر کی رات دس بجے فوت ہوئے۔۳۱ دسمبر غروب آفتاب کے وقت تدفین کا عمل مکمل ہوا۔دنیا نے عجائبات زمانہ سے یہ بھی دیکھا کہ آفتاب آسمان اور مہتاب علم ایک ساتھ غروب ہوئے۔ان کے غروب کے بعد اندھیرا ہوگیا یا اندھیرے کی گھٹا چھائی۔یہ قارئین پر چھوڑتا ہوں۔لاکھوں لاکھ افراد جنازہ میں شریک ہوئے۔مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے جنازہ پڑھایا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ!

جناب قاری محمد ابراہیم رحیمی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا اللہ وسایا

فیصل آباد جامعہ طیبہ کے بانی و مہتمم استاذ الاساتذہ قاری محمد ابراہیم رحیمی ۲۶ دسمبر ۲۰۱۴ کی شب ساڑھے دس بجے الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں آخرت کو روانہ ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

جناب حاجی دوست محمد ؒ تلی ضلع کرنال راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۴۴ء میں اللہ نے انہیں ایک بیٹا عطا کیا جس کا انہوں نے محمد ابراہیم نام تجویز کیا۔ تقسیم کے بعد یہ خاندان قصبہ شاہ جمال ضلع مظفر گڑھ میں آ گیا۔ محمد ابراہیم نے اس قصبہ میں حافظ مولانا عبدالرحمن ؒ سے حفظ کیا۔ شاہ جمال کے قریب ایک بستی شاہ عالم والہ ہے۔ وہاں مولانا حاجی غلام سرور ؒ فاضل دیوبند رہتے تھے جو حضرت مدنی ؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا غلام سرور ؒ نے اس نوعمر حافظ محمد ابراہیم اور ایک اور طالب علم جس نے حفظ مکمل کیا تھا۔ دونوں کو جامعہ خیر المدارس ملتان میں استاذ القراء حضرت قاری رحیم بخش ؒ کے ہاں گردان کے لیے داخل کروادیا۔ مولانا غلام سرور ؒ اتنے سادہ تھے کہ ان دونوں طالب علموں کو جب داخلہ کے لیے ملتان لائے تو ڈیرہ اڈا سے چودہ نمبر چونگی تک پیدل لائے۔ دائیں بائیں دونوں طالب علموں کے ہاتھوں میں رسی باندھ کر چلے کہ کہیں رش میں گم نہ ہو جائیں۔ وہ ایسے خدا ترس تھے کہ چھٹیوں کے موقع پر ملتان سے لے جانے اور واپس ملتان پہنچانے کی خدمت اپنے سپرد کرلی۔ یوں حافظ محمد ابراہیم ؒ نے پہلے حضرت قاری رحیم بخش ؒ کے ہاں گردان مکمل کی اور سبعہ عشرہ میں قراءت کا مکمل کورس پڑھا، اور حافظ سے قاری محمد ابراہیم ؒ ہوگئے۔

قاری محمد ابراہیم ؒ نے قراءت سے فارغ ہونے کے بعد جامعہ خیر المدارس میں درجہ کتب میں داخلہ لے لیا اور کریما سے لے کر بخاری شریف تک مکمل درس نظامی کا کورس جامعہ خیر المدارس میں مکمل کیا۔ ۱۹۶۷ء میں سند فراغ حاصل کی۔ آپ نے حدیث شریف حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ؒ، مولانا مفتی محمد عبداللہ ؒ، مولانا فیض احمد ؒ، مولانا محمد شریف کاشمیری ؒ جیسے اساتذہ سے پڑھی۔ قاری محمد ابراہیم ؒ کی سعادت مندی ملاحظہ ہو کہ دوپہر کو کھانا، آرام، نماز کے لیے وقفہ کے دوران بھی اپنے استاد حضرت قاری رحیم بخش ؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ یوں قاری محمد ابراہیم ؒ نے اپنے استاد قاری رحیم بخش ؒ کے دل میں اپنے لیے مقام پیدا کیا۔ آپ کے خیر المدارس سے فارغ ہوتے ہی ۱۹۶۸ء میں حضرت قاری رحیم بخش ؒ نے آپ کو فیصل آباد مدرسہ ام المدارس گلبرگ میں قرآن مجید پڑھانے کے لیے بھیج دیا۔

اس زمانہ میں ام المدارس کے مہتمم حضرت قاری عبدالحمید ؒ ہوتے تھے۔ فیصل آباد میں اس زمانہ میں ایک اور قاری عبدالرحمن ؒ تھے۔ جو قاری رحیم بخش ؒ کے شاگرد تھے۔ فیصل آباد کے دینی حلقہ میں مشہور تھا کہ یہ دو پہلوان (قاری محمد ابراہیم ؒ، قاری عبدالرحمن ؒ) فیصل آباد میں خدمت قرآن کے لیے قاری رحیم بخش ؒ

نے بھیجے ہیں۔ ویسے دیانت داری کی بات یہ ہے کہ قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کا ایک خاص ذوق تدریس تھا۔ لب ولہجہ، طرز ادا، منزل کی پختگی، پانی کی طرح پڑھنے میں روانی، حفظ وقرآت میں ایک امتیازی انداز وذوق رکھتے تھے۔ اپنے استاد محترم کے اس انداز وذوق کو فیصل آباد میں اگر سب سے پہلے کسی نے متعارف کرایا ہے تو وہ حضرت قاری محمد ابراہیمؒ تھے۔

فیصل آباد اس زمانے میں لائل پور تھا۔ قاری محمد ابراہیمؒ نے کلاس کیا قائم کی۔ چہار سو آپ کے پڑھانے کی ایک دھاک بیٹھ گئی۔ اب قریبی اضلاع اوکاڑہ، قصور، ساہیوال، شیخوپورہ، جھنگ اور سرگودھا تک طلباء ان کے ہاں جمع ہونا شروع ہوگئے۔ آپ کے شاگردوں کی جماعت ہی مدرس بن گئی تو قرب وجوار سے گردان کے طلباء آنے لگے۔ قاری عبدالحمیدؒ نے ام المدارس میں پرائمری کی کلاس جاری کر رکھی تھی۔ حکومت نے پرائیویٹ تعلیمی ادارے قومی تحویل میں لیے تو مدرسہ ام المدارس کی یہ بلڈنگ بھی سرکاری قبضہ میں چلی گئی۔ اب قاری محمد ابراہیمؒ سے پڑھنے والے تمام طلباء مسجد کی گیلریوں میں قیام پذیر ہوتے اور مسجد ہی درسگاہ ہوتی۔ ان دنوں کا فقیر نے خود نظارہ کیا ہے کہ جامع مسجد ام المدارس کا وسیع وعریض صحن مختلف حفظ وقرآت کے حلقوں سے اٹا ہوتا تھا۔ سدا بہار قرآنی ماحول کا اب بھی تصور آتے ہی دماغ مہک اٹھتا ہے۔ اس زمانہ میں قاری محمد ابراہیمؒ کی کلاس کا معائنہ وامتحان کے لئے قاری رحیم بخشؒ اور ان کے استاد قاری فتح محمد پانی پتی ثم مدنیؒ بھی فیصل آباد تشریف لاتے۔

اس زمانے میں مولانا عبدالشکور دین پوریؒ، علامہ خالد محمود، قاری محمد اجمل خانؒ، مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ، مولانا ضیاء القاسمیؒ ایسے حضرات آسمان خطابت کے درخشندہ ستارے تھے۔ جامعہ ام المدارس کے سالانہ جلسے پر جمع ہوتے تھے، تو ایک عجیب وغریب سماں قائم ہوجاتا۔ اس پانی پتی انداز تعلیم کو فیصل آباد میں قاری محمد ابراہیمؒ نے چار چاند لگادیے۔ پھر ۱۹۷۳ء میں قاری محمد یاسین کو قاری رحیم بخشؒ نے فیصل آباد بھجوادیا۔ ایک ماہ کے قریب آپ نے ام المدارس کی درسگاہ کو قاری محمد ابراہیمؒ کے ساتھ رونق بخشی۔ پھر قاری محمد یاسین کی یہ کلاس مسجد باغ والی میں بھی منتقل ہوئی۔ اب ام المدارس اور مسجد باغ والی کی کلاسیں نور علیٰ نور کا مصداق ہوگئیں۔ کچھ عرصہ بعد قاری رحیم بخشؒ کے صاحبزادے قاری اہل اللہؒ بھی فیصل آباد آگئے۔ اب تو پانی پتی انداز تعلیم سے فیصل آباد گلشن صد ارونق ہوگیا۔ قاری محمد یاسین نے جامعہ دارالقرآن قائم کیا جو اب فیصل آباد کے دینی اداروں میں ممتاز ادارہ کی حیثیت رکھتا ہے اور حضرت قاری محمد ابراہیمؒ نے ام المدارس سے زرعی یونیورسٹی کی مغربی جانب گرین ویو کالونی میں جامعہ طیبہ قائم کیا۔ حفظ وقراءت اور درس نظامی دونوں شعبوں میں کام پھیلا، تو حفظ، گردان، قراءت کے تعلیمی نظام کو علیحدہ عمارت میں قائم کیا اور درس نظامی کا بھی علیحدہ کام شروع کیا۔ آج تو مسجد، درس نظامی کا مدرسہ، حفظ وگردان، قراءت کا مدرسہ بنات وبنین کے بھی علیحدہ علیحدہ شعبے قائم ہیں جو فیصل آباد کے اداروں میں اپنی خاص پہچان رکھتے ہیں۔

قاری محمد ابراہیمؒ فیصل آباد میں ہر تحریک میں صف اول میں رہے۔ فیصل آباد کے بے تاج بادشاہ

مولانا تاج محمود ﷫ کے آپ دست راست شمار ہوتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت ۱۹۸۲ء میں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ سے چناب نگر منتقل ہوئی تو مہمانوں میں کھانا تقسیم کرنے کے عمل کو قاری محمد ابراہیم ﷫ نے اپنے ذمہ لیا۔ آپ اپنے رفقاء اور طلباء کے ساتھ برابر برابر خود اپنے ہاتھوں یہ کام سرانجام دیتے۔ جہری نمازیں کانفرنس کے دوران آپ کے ذمہ ہوتیں۔ صحت کے زمانہ میں اپنے صاحبزادہ قاری محمد ابوبکر شاگرد رشید قاری محمد اشفاق کو تربیت دی۔ تمام اساتذہ وطلباء کی پوری ٹیم کو دو دن سالانہ کانفرنس کے لیے بھی وقف کردی۔ خود سردی اور گرمی، صحت وعلالت کے باوجود ہر سال برابر ربع صدی اس نظام کی نگرانی کے لیے تشریف لاتے رہے۔ اب بھی آپ کے تربیت یافتہ متذکرہ حضرات اس نظم کو چلاتے ہیں۔ جو آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

پڑھنے پڑھانے کے علاوہ آپ ذکر وفکر تصوف وطریقت کے بھی شناور تھے۔ مولانا مفتی جمیل احمد رائیونڈ والوں سے چاروں سلسلوں میں آپ کو خلافت حاصل تھی۔ قاری صاحب کا وجود طلباء کے لیے ابر رحمت تھا، غریب طلباء کی بہت ہی مدد فرماتے۔ آپ بہت ہی کھلے دل کے ساتھ مہمانوں کا خیال رکھتے تھے۔ دل کی طرح دستر خوان بھی بہت وسیع تھا۔ طلباء جو فارغ ہوتے مختلف مدارس میں ان کی تقرری کراتے۔ ایک وسیع نیٹ ورک کے تحت آپ کا فیض جاری ہے۔

خوب صحت مند اور تنومند، بلند وبالا قد کاٹھ کے انسان تھے۔ پہلے شوگر نے ڈیرہ ڈالا۔ پھر اس کے لوازمات نے گھیرا تنگ کیا۔ لیکن آخر وقت تک تمام تر علالت کے باوجود قرآن مجید کی خدمت کے صدقہ میں دل ودماغ کام کرتے رہے۔ بارہا حج وعمرہ کیے۔ اپنے دادا استاد قاری فتح محمد ﷫ کے ساتھ بھی حرمین شریفین میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ بارہا قاری فتح محمد ﷫ کو طواف کی حالت میں منزل سنانے کا شرف حاصل کیا۔ خوب ہی مقدروں والے انسان تھے۔ آخری دنوں علالت نے زور کیا تو صاحبزادوں نے ہسپتال میں داخل کرادیا۔ وقت آخر آگیا۔ قرآن سنتے سناتے درود شریف کا ورد کرتے آخرت کو چل دیے۔

۲۷ دسمبر ۲۰۱۴ء کو دو بجے جنازہ ہوا جو فیصل آباد کے بہت بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔ عمر بھر فیصل آباد کے عوام کی خدمت کی۔ اس دنیا سے گئے تو پورے ماحول کو سوگوار چھوڑ گئے۔

چوہدری خادم حسین کا وصال

ضلع ننکانہ صاحب کی تحصیل سید والا کے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر چوہدری خادم حسین ۲۶ ر ستمبر ۲۰۱۴ء کو وصال فرماگئے۔ آپ ۱۹۸۸ء سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سید والا کے امیر چلے آرہے تھے۔ آپ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شریک ہوتے تھے۔ علاقہ بھر میں سماجی خدمات مثالی طور پر سرانجام دیں۔ ٹھیکیداری کا کام کرتے تھے۔ جامع مسجد حنفیہ سید والا کے بھی صدر تھے۔ ۲۰۰۲ء میں قادیانی مسلم تنازعہ میں آپ پر دہشت گردی کا جھوٹا پرچہ درج ہوا۔ گرفتار ہوئے، کیس چلا اور عدالت نے باعزت بری کردیا۔ آپ نے ایک بیوہ، دو بیٹے، تین بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آپ کے پسماندگان کے غم میں برابر کی شریک ہے۔

شیخ طریقت حضرت مولانا پیر بشیر احمد شاہ جمالی رحمہ اللہ

سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ

سید محمد اکبر شاہ بخاری

آہ! شیخ طریقت حضرت مولانا پیر بشیر احمد شاہ جمالی رحمہ اللہ مہتمم جامعہ عطاء العلوم تونسک ضلع ڈیرہ غازیخان، مورخہ ۱۱؍ربیع الاوّل ۱۴۳۶ھ بمطابق ۳؍جنوری ۲۰۱۵ء بروز ہفتہ ملتان ہسپتال میں انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

حضرت کی وفات سے ڈویژن ڈیرہ غازیخان کے روحانی وعلمی حلقے بالخصوص اور ملک بھر کے بالعموم اپنے مذہبی وروحانی عظیم بزرگ وپیشوا سے محروم ہوگئے ہیں۔ آپ ایک علمی وروحانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا عطاء محمد شاہ جمالی رحمہ اللہ بڑے عالم اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا رشید احمد شاہ جمالی جید عالم دین اور شیخ کامل ہیں۔ دونوں بھائی جامعہ خیرالمدارس ملتان کے مایہ ناز فاضل ہیں۔ آپ دونوں بھائیوں کی تعلیم وتربیت خیرالمدارس میں ہوئی۔ استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کی خصوصی شفقت وعنایات رہیں۔ ممتاز اساتذہ میں حضرت مولانا علامہ محمد شریف کشمیری رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عبداللہ ڈیروی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہ، حضرت مولانا منظور احمد مدظلہ اور دیگر اکابر علماء قابل ذکر ہیں۔ جامعہ خیرالمدارس سے فراغت کے بعد دونوں بھائیوں نے جامعہ عطاء العلوم کے نام سے ایک عظیم دینی درسگاہ تونسک اڈا پر قائم کی جوان کے والد گرامی کے نام سے منسوب ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد شاہ جمالی مدظلہ جامعہ کے مہتمم اور حضرت مولانا بشیر احمد شاہ جمالی مرحوم جامعہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ دونوں بزرگوں نے جامعہ عطاء العلوم کو علمی وروحانی طور پر چار چاند لگادیئے اور انتہائی محنت وجانفشانی سے مدرسہ کو تعلیمی ترقیات سے عروج پر پہنچادیا۔ اکابر علماء واساتذہ خیرالمدارس کی سرپرستی میں مدرسہ نے خوب خوب ترقی کے منازل طے کئے۔ حضرت مولانا بشیر احمد شاہ جمالی مرحوم زیادہ تر درس وتدریس میں مشغول رہے۔ جب کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب مدظلہ جامعہ کے مہتمم کی حیثیت سے مدرسہ کی ترقی کے لئے خوب سے خوب تر شب وروز کوشاں رہے۔ ہر سال جامعہ میں ایک بڑا علمی وروحانی اجتماع ہوتا رہا ہے۔ جن میں اکابر علماء وصلحاء ومشائخ تشریف لاتے رہے۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کی خصوصی نگرانی رہی اور بہت سے علماء ومشائخ جامعہ میں اپنے بیانات سے عوام وخواص کو فیضیاب کرتے رہے۔

میرے مشاہدہ کے مطابق حضرت علامہ محمد شریف کشمیری رحمہ اللہ، حضرت اقدس مفتی عبدالستار ملتانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا الشیخ علی المرتضیٰ ڈیروی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی عبداللہ ڈیروی ملتانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا منظور احمد ملتانی مدظلہ کئی کئی روز تک مدرسہ میں رہ کر علماء، طلباء اور عوام وخواص کو اپنے اصلاحی دروس وبیانات سے مستفیض فرماتے تھے۔ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے اکابر حضرت مولانا حکیم محمد اختر کراچوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحمن

اشرفی ؒ، حضرت مولانا محمد شریف جالندھری ؒ، حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی ؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ، احقر راقم الحروف کی درخواست پر جام پور تشریف لاتے تو حضرت مولانا رشید احمد شاہ جمالی اور حضرت مولانا بشیر احمد شاہ جمالی ؒ کی محبت اور درخواست پر یہ اکابر جامعہ عطاء العلوم بھی تشریف لے جاتے اور اپنے بیانات سے منور فرماتے تھے۔ ہزاروں افراد ان اکابر کی زیارات سے بھی سرفراز ہوتے تھے۔ حضرت مولانا بشیر احمد شاہ جمالی ؒ فراغت تعلیم کے بعد سے لے کر آخر وقت تک علمی واصلاحی خدمات اور درس وتدریس میں بھی مصروف رہے اور تبلیغ واصلاح کی خدمت بھی سرانجام دیتے رہے۔ حضرت مولانا رشید احمد شاہ جمالی اور حضرت مولانا بشیر احمد شاہ جمالی ؒ کو سب ہی اکابر علماء دیوبند سے بڑی عقیدت ومحبت رہی ہے۔ مگر سلسلہ اشرفیہ امدادیہ کے بزرگوں سے ایک خاص تعلق وانس رہا ہے۔ بالخصوص دونوں بھائیوں نے اصرار کر کے احقر راقم کے ذریعے شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اور حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی ؒ کو جامعہ میں دعوت دی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا۔ جس میں ڈویژن بھر کے علماء، صلحاء، طلباء اور عوام وخواص نے بڑے جذبہ وشوق سے شرکت کی تھی۔ علاوہ ازیں شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ نذیر احمد ؒ بانی جامعہ امدادیہ فیصل آباد، حضرت مولانا مفتی عبدالقادر ؒ کبیروالا اور حضرت الحاج ڈاکٹر عبدالمجید سکھروی بھی اکثر وبیشتر تشریف لاتے رہے تھے۔

جامعہ عطاء العلوم توتک کے علاوہ بھی ان حضرات نے مدارس قائم کئے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد شاہ جمالی مدظلہ نے ڈیرہ غازیخان شہر میں بھی دو تین بڑے مدرسے اور مسجدیں تعمیر کرائی ہیں۔ جامعہ صدیق اکبرؓ اور جامعہ لبنات اسلامیہ آپ کے عظیم جامعات ہیں۔ ایک عظیم الشان مسجد اور مدرسہ نیو ماڈل ٹاؤن ڈیرہ غازیخان میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی محنت وکاوش کا شاہکار ہیں۔ اسی طرح سے جامعہ عطاء العلوم توتک کے ساتھ ہی جامعہ عائشہ صدیقہؓ للبنات حضرت مولانا بشیر احمد شاہ جمالی مرحوم کی یادگار اور صدقہ جاریہ ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد شاہ جمالی نے اصلاحی تعلق حضرت مولانا علی المرتضیٰ ڈیروی ؒ سے قائم کیا تھا اور خلافت واجازت بھی حاصل ہوئی۔ آج خود بھی ایک عظیم شیخ ہیں اور جامعہ صدیق اکبرؓ کے ساتھ خانقاہ رشیدیہ کے ذریعے عوام الناس کی اصلاح بھی فرماتے ہیں اور ہر اتوار کو مجلس روحانی قائم فرما کر اپنے نورانی بیان سے مسلمانوں کے قلوب کو منور فرماتے ہیں۔ اسی طرح سے حضرت مولانا پیر بشیر احمد شاہ جمالی مرحوم نے سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندی ؒ سے اصلاح وتربیت حاصل کی اور خلافت کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ بعدازاں خود آپ نے ہزاروں افراد کی اصلاح فرمائی اور خانقاہ حبیبیہ نقشبندیہ کے ذریعے سے عوام وخواص کو تبلیغ واصلاح فرماتے رہے۔ پنجاب بھر کے علاوہ کراچی سے پشاور تک آپ کا حلقہ مریدین پھیل گیا اور بہت سے حضرات کو آپ نے خلافت بھی عطا کی ہے۔ احقر ناچیز کے ساتھ ان دونوں بھائیوں حضرت مولانا رشید احمد شاہ جمالی اور حضرت مولانا بشیر احمد شاہ جمالی ؒ کو خصوصی محبت وشفقت رہی ہے۔ تقریباً چالیس سال سے احقر ناچیز کا ان دونوں حضرات سے تعلق رہا۔ ہر پروگرام میں احقر کو یاد فرماتے تھے اور جب بھی کسی بزرگ کی آمد ہوتی احقر کو خصوصیت سے بلاتے اور شفقت وعنایت فرماتے رہتے تھے۔ اسی طرح سے احقر کی درخواست پر ہماری جامع مسجد عثمانیہ ومدرسہ

اشرفیہ احتشام العلوم جام پور تشریف لاتے اور اپنے اپنے بیانات اور اصلاحی دروس سے اہل جام پور کو مستفیض فرماتے رہتے تھے۔ زندگی میں معلوم نہیں کتنی مرتبہ آپ دونوں بھائی احقر کی درخواست پر جام پور آئے اور کتنی بار بندۂ ناچیز حاضر خدمت ہوا۔ ایک مرتبہ کسی مرید نے حضرت مولانا بشیر احمد شاہ جمالی ؒ کے سامنے کہہ دیا کہ اکابر و بزرگوں کو بڑی شان وعزت واحترام سے بلایا جاتا ہے۔ اکبر شاہ بخاری کے فون پر ہی آپ چلے جاتے ہیں تو اس پر حضرت مولانا مرحوم نے بڑی سختی کے ساتھ اپنے مرید کو ڈانٹا اور احقر ناچیز کی تعریف کی اور توصیفی کلمات سے نوازا۔ ابھی چند ہفتے قبل احقر کے لئے حضرت مولانا مرحوم نے ہفتہ میں دو تین بار فون کیا۔ فرمایا کہ میں ملاقات کے لئے ترس رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ ایک خاص نشست رکھوں جس میں اکابر دیوبند کے بارے میں آپ کی باتیں سنی جائیں۔

مگر میری بدنصیبی کہ میں اپنی کمزوریوں کی وجہ سے جلد حاضر نہ ہو سکا اور حضرت مولانا مسلسل اپنی علالت کے باعث کمزور ہوتے گئے۔ بندہ کو یاد فرماتے رہے۔ اسی پر مجھے بے حد افسوس ہے۔ مولانا مرحوم کی شفقت ومحبت یہ بھی دیکھنے میں آئی کہ از خود اپنے مدرسہ کے اجتماع پر آنے والے حضرات علماء کو کئی بار میری جامع مسجد عثمانیہ جام پور لے آئے اور درس قرآن وحدیث کے پروگرام رکھوائے۔ اپنے اجتماعات میں ہمیشہ احقر کو یاد فرمایا اور بڑی محبت وشفقت فرمائی اور عزت افزائی فرمائی۔ جامعہ خیر المدارس کے حضرات اکابر تشریف لاتے اور دور دراز سے علماء ومشائخ، احقر کو ضرور بلاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہید ؒ سے اور مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید ؒ سے احقر کا تعارف اس انداز سے کرایا کہ احقر بے حد شرمسار سا ہوا۔ کہاں وہ حضرات اور کہاں میں ناکارہ۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ مفتی تقی عثمانی مدظلہ کی جگہ حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ بیان کے لئے تشریف لائے۔ تب بھی حضرت مرحوم ومغفور نے مجھے بڑی توجہات وعنایات سے نوازا۔ غرضیکہ ان کی محبت کے واقعات کے لئے تو دفتر درکار ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت مولانا بشیر احمد شاہ جمالی مرحوم کی خدمات ان کے اخلاق وعادات سلف صالحین کا نمونہ تھیں۔ پوری زندگی خدمت اسلام میں گزاری۔ درس وتدریس اور تبلیغ وارشاد واصلاح آپ کا خاص مشن تھا۔ آہ! وہ ہم سے جدا ہوئے۔ حق تعالیٰ شانہ درجات بلند فرمائے۔ ان کی نماز جنازہ خیر المدارس میں بھی ہوئی اور جامعہ عطاء العلوم تونسہ میں بھی ہوئی۔ ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ بہت بڑا جنازہ تھا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی کامل مغفرت فرمائیں اور اہل وعیال، لواحقین ومتوسلین کو صبر جمیل عطاء فرمائیں۔ آمین، ثم آمین!

رحمۃ اللعالمین کانفرنس چیچہ وطنی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد رحیمیہ ریلوے روڈ چیچہ وطنی میں ۷ رجنوری کو ایک عظیم الشان ''رحمۃ اللعالمین کانفرنس'' منعقد ہوئی۔ کانفرنس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت خانیوال کے امیر مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی، مولانا محمد خبیب، مولانا عبدالحکیم نعمانی، مفتی محمد ظفر اقبال، مفتی یاسر بشیر جالندھری، قاری زاہد اقبال، قاری محمد اصغر عثمانی نے شرکت وخطاب کیا۔ جبکہ قاری اسداللہ فاروقی اور قاری ابوبکر نے ہدیہ نعت پیش کیا۔

مغالطے اور آئمہ مساجد کی ذمہ داری

مولانا محمد اقبال

جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ملازمت اور کاروباری زندگی میں قادیانی حضرات سے اکثر واسطہ پڑتا ہے اور مسلمان نوجوانوں کی دینی معلومات سے عدم واقفیت سے فائدہ اٹھا کر یہ قادیانی اپنی مظلومیت کا اظہار اس طور پر کرتے ہیں کہ دیکھو تم لوگ بھی کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ “ پڑھتے ہو۔ ہمارا بھی یہی کلمہ ہے۔ جس طرح تم نماز پڑھتے ہو۔ اسی طرح ہماری نماز ہے۔ تمہارے ناموں جیسے ہمارے نام ہیں۔ قرآن کو تم لوگ بھی اللہ کی نازل کردہ کتاب مانتے ہو، ہم بھی مانتے ہیں۔ پھر تم لوگ قادیانیوں کو کافر کیوں کہتے ہو؟ پھر تان اس پر ٹوٹتی ہے کہ یہ سب تمہارے مولویوں کا کیا دھرا ہے کہ مسلمانوں میں افتراق پیدا کیا۔ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ کر کے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ حقیقت سے ناواقف ہمارے نوجوان اس مرحلہ پر خاموشی کا زیور سجا لیتے ہیں۔ جب ایسی خبر کان میں پڑتی ہے تو سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔ ایک محلے میں مسلمانوں کی کئی کئی مساجد ہیں۔ مسلکی اختلافات اپنی جگہ لیکن ہر مسجد کے امام صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے حلقہ اثر کے مقتدیوں کو خصوصیت کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت کی حقیقت واہمیت سے کما حقہ آگاہ کریں اور آنحضرت ﷺ کے بعد جن لوگوں نے نیا نبی بنا کر اپنی الگ نئی امت وضع کر لی ہے۔ ان کی حقیقت ان کے عقائد وخیالات اور ان کی مغالطہ آمیزیوں سے ہوشیار کرتے رہیں۔ جس امام کے حلقہ اثر میں ایک بھی شخص قادیانی مغالطوں کا شکار ہو کر آنحضرت ﷺ کے دامن رحمت کو چھوڑ کر مرزا قادیانی کے دجالی حلقہ میں پھنس گیا۔ اس امام مسجد کو قیامت کے روز اس غفلت کا بہر صورت جواب دینا ہوگا۔ یہ منصب امامت کا بھی تقاضا ہے اور مقام علم کی بھی ذمہ داری ہے۔ اس سے پہلو تہی کسی بھی صورت ممکن نہ ہو سکے گی۔

یہ مسلم حقیقت ہے کہ کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ “ بلاشبہ اسلام کی اولین بنیاد ہے۔ مسلمان اس کلمہ میں ”محمد رسول اللہ “ پڑھ کر جس ذات اقدس پر ایمان کا اعلان کرتا ہے۔ وہ آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل مکہ شہر کے قبیلہ قریش کے خاندان بنو ہاشم کے چشم وچراغ عبداللہ بن عبدالمطلب کے فرزند ارجمند تھے۔ جس ذات اقدس کی والدہ محترمہ آمنہ تھیں۔ وہ مکہ کی وادیوں میں جوان ہوئے۔ چالیس سال کی عمر میں نبی آخر الزمان بن کر تا قیامت نسل انسانی کے لئے مبعوث ہوئے۔ قرآن وسنت کی صورت میں اسلام جیسا دین روئے زمین پر عملاً نافذ کر کے کار نبوت تکمیل تک پہنچایا اور یہ اعلان خداوندی فضاؤں میں گونج اٹھا کہ ”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً “ اور پھر واشگاف الفاظ میں یہ اعلان بھی فرمایا۔ ”من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ “۔ قادیانی ان حقائق کا کھلے لفظوں انکار کر کے آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کو (العیاذ باللہ) منسوخ قرار دے کر آئندہ زمانہ کے لئے مرزا قادیانی

کے من گھڑت نئے دین کو اسلام کا نام دینے پر اصرار کرتا ہے اور صرف اس نئے دین کے ماننے والوں کو اپنے گمان میں مسلمان سمجھتا ہے۔ جس کے لازمی نتیجہ کے طور پر یہ گروہ تمام مسلمانوں کو اس نئے دین کے نہ ماننے کی وجہ سے اپنے تئیں غیر مسلم قرار دیتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی بے شمار تحریروں میں مختلف عنوانات سے خود کو (نقل کفر کفر نباشد، العیاذ باللہ) محمد رسول اللہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا قادیانی گروہ کے لوگ جب کلمہ ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ کہتے ہیں تو اس میں محمد رسول سے ان کی مراد مرزا قادیانی ہوتا ہے۔ یہ ہے وہ قادیانی مغالطہ جو عام نوجوانوں کو پریشان کر دیتا ہے۔ مسلمان محمد رسول اللہ کی اصل حقیقت پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور قادیانی انہی الفاظ سے مرزائی جعلی نبوت پر ایمان کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ یہی حال ان قادیانیوں کی نماز کا ہے۔ ناموں کی مماثلت تو علاقائی معاشرت کے اثر سے ہے۔ بہت سے عیسائی مسلمانوں سے ملتے جلتے نام رکھ لیتے ہیں۔ قرآن مجید کا تورات، زبور، انجیل کی طرح آسمانی کتاب ہونا تو قادیانی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر جس طرح سابقہ کتابیں حضور اکرم ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن کے سامنے منسوخ قرار پاگئیں۔ قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کے اعلان نبوت کے بعد العیاذ باللہ قرآن اور اس کے اکثر احکام منسوخ ہو گئے۔ کیا کوئی بھی مسلمان بہ ہوش وحواس قادیانیوں کی ان بیہودہ خرافات کو صحیح کہنے کی حماقت کا مرتکب ہو سکتا ہے؟

یہ چند اشارات میں نے صرف آئمہ مساجد کی توجہ کے لئے ذکر کئے ہیں۔ خدارا، آنکھیں کھولئے! ہر مسجد کے قریبی حلقہ میں قادیانی ایسے مغالطوں سے نوجوان نسل کے ذہنوں کو مسموم کر رہے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت کے لئے مسلکی اختلافات سے بالاتر ہو کر قادیانیوں کے مغالطوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کی خدمت میں مصروف ہے۔ اپنے قریبی مرکز سے رابطہ کر کے ضروری لٹریچر حاصل کیجئے اور اپنے حلقہ اثر میں مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت کے لئے محنت کیجئے۔ ورنہ یاد رکھئے! آخرت کی جوابدہی سے کوئی عذر نہ بچا سکے گا۔

عام مومنین کیلئے استغفار

قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ اپنے لئے اور عام مومنین ومومنات کے لئے استغفار یعنی اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کی استدعا کیا کریں۔ یہی حکم ہم امتیوں کے لئے بھی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی بڑی ترغیب دی اور بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں ذیل کی حدیث ملاحظہ فرمائیں: ’’عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ من استغفر للمومنين والمومنات كتب له بكل مومن ومومنة حسنة ۰ رواه الطبراني فى الكبير‘‘

ترجمہ:...... ’’حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بندہ عام ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے گا اس کے لئے ہر مومن مرد وعورت کے حساب سے ایک ایک نیکی لکھی جائے گی۔‘‘ ﴿مرسلہ: حضرت مولانا فقیر اللہ اختر سیالکوٹ﴾

گستاخ رسول کے خلاف لاہور ہائیکورٹ کا تاریخی فیصلہ

آسیہ مسیح بنام حکومت ودیگر

فیصلہ: جناب جسٹس سید شہباز علی رضوی

۱...... زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان جرم کے تحت اپیل کنندہ آسیہ مسیح کے خلاف ایف آئی آر نمبر 326 مورخہ 19-06-2009، مندرج بر پولیس سٹیشن صدر ننکانہ صاحب کے حوالے سے مقدمہ چلایا گیا اور بذریعہ فاضل ایڈیشنل سیشن جج، ننکانہ صاحب بمطابق فیصلہ مورخہ 08-11-2010 اسے جرم کا مرتکب قرار دیا گیا اور اسے مندرجہ ذیل سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا: ''زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان، سزائے موت مع جرمانہ مبلغ ایک لاکھ روپے (Rs.100,000/-) اور جرمانے کی عدم ادائیگی کی صورت میں اسے مزید 6 ماہ قید محض بھگتنی ہوگی۔''

۲...... یہ فیصلہ برائے سزائے موت (غلطی سے مذکور فیصلہ قتل) نمبر 614 سال 2010ء جسے زیر دفعہ 374 مجموعہ ضابطہ فوجداری کے تحت معزز عدالت نے برائے اطلاع یا بصورت دیگر جرم کی مرتکب آسیہ مسیح اور اس کی طرف سے دائر کی گئی فوجداری اپیل نمبر 2509 سال 2010ء، ہمیں بھجوایا گیا جس کا فیصلہ ہم نے کرنا ہے۔

۳...... قاری محمد سالم (گواہ استغاثہ نمبر 1)، کی طرف سے درج کروائی گئی ایف آئی آر کے مطابق مختصر حقائق یہ ہیں کہ مورخہ 14-06-2009ء کو گاؤں کی ایک عیسائی مبلغہ، مع دیگر خواتین بشمول مافیہ بی بی (گواہ استغاثہ نمبر 2)، عاصمہ بی بی (گواہ استغاثہ نمبر 3) اور یاسمین (جسے بطور گواہ استغاثہ، ترک کر دیا گیا)، محمد ادریس (CW نمبر 1) کے کھیت میں سے فالسہ چن رہی تھیں جہاں ملزمہ نے یہ کہتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے خلاف گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ استعمال کیے کہ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل مسلمانوں کے پیغمبر (معاذ اللہ) بیمار ہو گئے اور ان کے منہ اور کان میں کیڑے پڑ گئے۔ اس نے مزید کہا کہ تمہارے پیغمبر ﷺ نے محض دولت کی خاطر حضرت خدیجہؓ سے شادی کی اور انہیںؓ لوٹنے کے بعد آپ ﷺ نے انہیںؓ چھوڑ دیا۔ اس نے مزید کہا کہ قرآن پاک اللہ کا نہیں بلکہ انسان کا کلام ہے۔ گواہان استغاثہ، یہ معاملہ مدعی قاری محمد سالم اور دیگر کے علم میں لائے۔ مورخہ 19-06-2009 کو مدعی مقدمہ (قاری محمد سالم) محمد افضل اور مختار احمد کے ہمراہ عاصمہ بی بی وغیرہ اور آسیہ مسیح (اپیل کنندہ) کے پاس گیا اور اس سے واقعہ سے متعلق استفسار کیا جس نے علی الاعلان اپنے جرم کا اعتراف کیا، یوں اس کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔

۴...... استغاثہ نے اپنا مقدمہ ثابت کرنے کی خاطر 7 گواہان کو پیش کیا۔ قاری محمد سالم (گواہ استغاثہ نمبر 1) جو مدعی اور ماورائے عدالت ملزمہ کے اقبال جرم کا گواہ ہے۔ اس کے علاوہ استغاثہ نے (گواہ استغاثہ نمبر 2) مافیہ بی بی اور (گواہ استغاثہ نمبر 3) عاصمہ بی بی پیش کیے جنہوں نے وقوعہ کے متعلق اپنا آنکھوں دیکھا واقعہ بیان کیا۔ گواہ استغاثہ نمبر 4، محمد افضل، ماورائے عدالت ملزمہ کے اقبال جرم کا گواہ ہے، گواہ استغاثہ محمد رضوان، ایس آئی نے ایف آئی آر تحریر کی

اور سید محمد امین بخاری، ایس پی، گواہ استغاثہ نمبر 6، نے زیر دفعہ 156-A، مجموعہ ضابطہ فوجداری، تفتیش کرنے کے علاوہ تفتیش مکمل بھی کی، جبکہ گواہ استغاثہ نمبر 7 محمد ارشد، ایس آئی نے مقدمہ ہذا کی ابتدائی تفتیش کی جبکہ جائے وقوعہ کے مالک محمد ادریس پر بطور (CW1) جرح کی گئی۔

۵...... استغاثہ نے فاضل پبلک پراسیکوٹر کے ذریعے گواہان استغاثہ یسٰین بی بی اور مختار احمد کی گواہی کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے ترک کر دیا اور استغاثہ کی گواہی بند کر دی۔

۶...... اپیل کنندہ کا بیان زیر دفعہ 342 مجموعہ ضابطہ فوجداری، قلمبند کیا گیا جس نے صحت جرم/الزامات سے اس طرح انکار کیا: ''میں شادی شدہ عورت ہوں اور میری دو بیٹیاں ہیں۔ میرا خاوند غریب محنت کش ہے۔ میں دیگر کئی خواتین کے ہمراہ روزانہ اُجرت کی بنیاد پر محمد ادریس کے کھیت میں فالسہ چننے کا کام کرتی تھی۔ وقوعہ کے روز جبکہ میں متعدد دیگر خواتین کے ہمراہ کھیت میں کام کر رہی تھی، تو میرا مافیہ بی بی اور عاصمہ بی بی سے پانی لانے کے معاملے پر تنازعہ ہوا۔ جب میں نے پانی لانے کی پیشکش کی، تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ چونکہ تم ایک عیسائی ہو۔ اس لیے انہوں نے کبھی کسی عیسائی کے ہاتھ سے پانی نہیں لیا، جس پر تنازعہ ہوا۔ اور میرے اور ان گواہانِ استغاثہ خواتین کے مابین تلخ کلامی ہوئی۔ گواہانِ استغاثہ خواتین نے بعد ازاں قاری محمد سالم سے جو کہ اس مقدمہ میں مدعی ہے، اس کی زوجہ کے ذریعہ رابطہ کیا جو کہ ان دونوں خواتین کو پڑھاتی رہتی ہے۔ اس طرح گواہانِ استغاثہ نے قاری سالم کے ساتھ ساز باز کر کے مجھے جھوٹے، من گھڑت اور جعلی مقدمے میں ملوث کیا۔ میں نے بائبل پر حلفیہ بیان دیتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ میں نے اس طرح کے توہین آمیز اور شرمناک الفاظ حضور نبی کریم ﷺ اور قرآن کے متعلق بالکل نہیں کہے۔ میں حضور نبی کریم ﷺ اور قرآن پاک کا حد درجہ عزت و احترام کرتی ہوں۔ لیکن چونکہ پولیس اس سازش میں مدعی کے ساتھ شریک ہے۔ اس لیے پولیس نے ناجائز طور پر اسے اس مقدمہ میں ملوث کیا ہے۔ گواہانِ استغاثہ خواتین، دونوں حقیقی بہنیں ہیں اور مجھے اس جھوٹے کیس میں ملوث کرنے میں یکساں مفاد رکھتی ہیں۔ کیونکہ جھگڑے کے دوران تلخ کلامی کے باعث ان دونوں کو تذلیل اور بے عزتی محسوس ہوئی۔ مدعی قاری سالم کا مفاد بھی ان خواتین کے ساتھ یکساں ہے۔ کیونکہ اِن دونوں خواتین نے اس کی زوجہ سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ میرے آباؤ اجداد قیام پاکستان کے وقت اس گاؤں میں مقیم ہیں۔ میری عمر بھی تقریباً 40 سال ہے اور اس واقعہ کے علاوہ اس قسم کی کوئی شکایت پہلے کبھی میرے خلاف پیدا نہیں ہوئی۔ میں ناخواندہ ہوں اور عیسائی مبلغہ نہیں ہوں۔ یہاں تک کہ اس گاؤں میں کوئی عیسائی چرچ بھی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا جب کہ میں اسلامی نظریات سے بھی بالکل نابلد ہوں، تو میں کیسے اللہ کے پیارے نبی ﷺ اور الہامی کتاب قرآن پاک کے متعلق اس قدر بھدّے اور توہین آمیز الفاظ استعمال کر سکتی ہوں۔ گواہ استغاثہ محمد ادریس بھی مفاد پرست گواہ ہے۔ کیونکہ اس کے مذکورہ بالا خواتین کے ساتھ قریبی خاندانی روابط ہیں۔''

۷...... اپیل کنندہ، زیر دفعہ (2)340 مجموعہ ضابطہ فوجداری، اپنی صفائی میں بیان حلفی دینے کے لیے حاضر نہیں ہوئی تا کہ اس کے خلاف عائد کئے گئے الزام کی تردید ہو سکے اور نہ ہی اس نے صفائی کا کوئی گواہ پیش کیا۔

۸...... مقدمہ مکمل ہونے کے بعد اپیل کنندہ کو مجرم قرار دیا گیا اور معزز عدالت نے اسے سزا کا مستحق ٹھہرایا جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

۹...... اپیل کنندہ کے فاضل وکیل کا موقف ہے کہ دونوں چشم دید گواہان، مافیہ بی بی، گواہ استغاثہ نمبر 2 اور عاصمہ بی بی، گواہ استغاثہ نمبر 3، جو مدعی کی بیوی کی شاگرد ہیں، جو اپیل کنندہ اور گواہان کے درمیان تو تو میں میں کے باعث مقدمہ ہذا کی غرض مند اور مخاصمانہ گواہ ہیں۔ تاہم، گواہ استغاثہ نمبر 1، قاری محمد سالم نے حالات کو مزید بھڑکایا اور اس معاملے کو ایک جھوٹے مقدمے میں بدل دیا، یہ بھی کہ ماورائے عدالت اقبال جرم، متنازع ہے۔ فاضل عدالت نے تزکیۃ الشہود کے ذریعے دونوں گواہان کی صداقت کو نہیں جانچا جو معزز سپریم کورٹ کے فیصلہ ''ایوب مسیح بنام سرکار'' (PLD 2002 SC 1048) کے تحت توہین رسالت کے مقدمے کے لیے ضروری ہے، یہ بھی کہ گواہان استغاثہ کے بیانات میں موافقت نہیں، یہ بھی کہ ایف آئی آر کے اندراج میں پانچ دنوں کی غیر معمولی تاخیر ہوئی جس سے گواہان کی صداقت کے متعلق شک پیدا ہوتا ہے؛ یہ بھی کہ گواہان نے جھوٹی کہانی گھڑی؛ یہ بھی کہ اپیل کنندہ نے زیر دفعہ 342 مجموعہ ضابطہ فوجداری، اپنے قلمبند کیے بیان میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن پاک کے متعلق اپنی بھرپور تکریم کا اظہار کیا اور تفتیشی افسر کے سامنے بائبل پر حلف اٹھاتے ہوئے اپنی بے گناہی کا اظہار کیا؛ یہ کہ تفتیشی افسر نے نہ تو جائے وقوعہ کا دورہ کیا اور نہ ہی اس نے علاقے کے لوگوں سے تفتیش کی، اس لیے اپیل کنندہ بے گناہ اور بریت کی مستحق ہے۔

۱۰...... اس کے برعکس، فاضل ڈپٹی پراسیکیوٹر جنرل جس کی معاونت مدعی کے فاضل وکیل نے کی، نے ان دلائل کی مخالفت کی جو اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے اٹھائے تھے اور دلیل دی کہ اپیل کنندہ نے ایک مکروہ جرم کا ارتکاب کیا اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا، یہ کہ ایف آئی آر کے اندراج میں تاخیر کی بخوبی وضاحت کر دی گئی، چونکہ الزامات بہت سنگین تھے، اس لیے ان الزامات کی تصدیق کی گئی اور معاملہ سے پولیس کو مطلع کیا گیا؛ یہ کہ دونوں چشم دید گواہان جنہوں نے اپیل کنندہ کی طرف سے گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ سنے، پر مقدمہ کے اہم پہلو، توہین رسالت کے لحاظ سے جرح نہیں کی گئی اور عدالت نے انتہائی درست طور پر اپیل کنندہ کو مجرم ٹھہرایا۔

۱۱...... ہم نے فاضل وکیل برائے اپیل کنندہ، فاضل ڈپٹی پراسیکیوٹر جنرل کے علاوہ مدعی کے فاضل وکیل کے دلائل سماعت کیے اور ان کی بھرپور معاونت کے ذریعے ریکارڈ ملاحظہ کیا۔

۱۲...... ایف آئی آر کے جائزے اور وقوعہ کے چشم دید گواہان کے بیانات سے ان گستاخانہ اور اہانت آمیز الفاظ کا اظہار ہوتا ہے جن کے ذریعے زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان، جرم متشکل ہوتا ہے اور استغاثہ نے اپیل کنندہ کے خلاف جرم ثابت کرنے کے لیے دو قسم کی گواہیاں، براہ راست گواہی (چشم دید بیان) اور ماورائے عدالت اقبال جرم گواہی، پیش کیں۔ اس واقعہ کو ثابت کرنے کی خاطر، استغاثہ نے مافیہ بی بی، گواہ استغاثہ نمبر 2 اور عاصمہ بی بی، گواہ استغاثہ نمبر 3، پیش کیے جنہوں نے وقوعہ کا احوال بیان کیا جو محمد ادریس (CW-1) کے فالسہ کے کھیتوں میں پیش آیا۔ مافیہ بی بی، گواہ استغاثہ نمبر 2، نے خود پر جرح کے دوران بیان کیا:

''ملزمہ آسیہ مسیح مذہب کے لحاظ سے عیسائی ہے۔ ملزمہ آسیہ مسیح جو کہ عدالت میں موجود ہے، نے اُس کے اور

دوسروں کے روبرو کہا کہ حضرت محمد ﷺ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل بستر پر بیمار پڑ گئے اور نعوذ باللہ ان کے منہ اور کان میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ ملزمہ نے مزید کہا کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی محض اُن کی دولت لوٹنے کے لیے کی اور اُن کی دولت لوٹنے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیا۔ اس نے مزید یہ بھی کہا کہ قرآن پاک کوئی الہامی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ یہ تم مسلمانوں کی تحریر کردہ/مرتب کی ہوئی ہے۔............"

چشم دید گواہ پر کی گئی جرح کے تفصیلی جائزے سے یہ حیران کن حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس پر صفائی کی طرف سے جرح نہیں کی گئی اور اپیل کنندہ کے خلاف اس کا بیان پیش کیا گیا جس سے اپیل کنندہ پر جرم میں ملوث ہونے کا الزام ثابت ہوتا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ گواہ کے بیان کو رد کرنے کے لیے ایک بھی سوال نہیں اٹھایا گیا جس میں اپیل کنندہ کے خلاف توہین رسالت کا الزام عائد کیا گیا ہے۔

اسی طرح، عاصمہ بی بی، گواہ استغاثہ نمبر 3 نے خود پر جرح کے دوران یوں بیان کیا:

"فالسہ توڑنے کے کام کے دوران ملزمہ آسیہ مسیح نے اُس کے اور دوسرے لوگوں کے روبرو کہا کہ حضرت محمد ﷺ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل بستر پر بیمار پڑ گئے۔ اور ان کے منہ اور کان میں کیڑے پڑ گئے۔ اس نے مزید کہا کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی صرف اُن کی دولت لوٹنے کے لیے کی۔ اور دولت لوٹنے کے بعد حضرت محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیا۔ اس نے مزید یہ بھی ذکر کیا کہ قرآن پاک کوئی الہامی کتاب نہیں بلکہ انسانوں کی خود ساختہ کتاب ہے۔............"

اس گواہ پر صفائی کی طرف سے جرح کے ذریعے اسی معمول کے رویے کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ سچ کی تلاش کے لیے اس کے بیان پر کوئی سوالات نہیں اٹھائے گئے تاکہ اس کے بیان کو غلط ثابت کیا جائے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صفائی نے اس سنجیدگی سے اپنے مقدمہ سے دفاع نہیں کیا جو اس ضمن میں مطلوب تھی کیونکہ استغاثہ کے مقدمہ کے انتہائی متعلقہ پہلو؛ مورخہ 14-06-2009 کو محمد ادریس (CW-1) کے فالسہ کے کھیت میں دیگر مسلمان کارکن خواتین کے ساتھ موجودگی، بشمول مافیہ بی بی، گواہ استغاثہ نمبر 2، عاصمہ بی بی، گواہ استغاثہ نمبر 3، نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق توہین آمیز کلمات کا بیان اور چشم دید گواہان کی موجودگی میں قرآن پاک کے متعلق گستاخانہ الفاظ کا اظہار، بدستور ناقابل تردید ہی رہا۔ معزز سپریم کورٹ نے قانون شہادت آرڈر، 1984ء کی دفعہ نمبر 132 کے متعلق بحث کرتے ہوئے بار بار یہ کہا کہ جب جرح کے دوران ایک خاص اور ٹھوس حقیقت بیان کی جاتی ہے اور اس پر جرح نہیں کی جاتی تو اس سے مراد اس بیان کی من وعن قبولیت ہے۔ اس ضمن میں مقدمہ بعنوان حافظ تصدق حسین بنام لعل خاتون و دیگر (PLD 2011 Supreme Court 296) کافی ہے جس میں سپریم کورٹ نے یوں فیصلہ دیا:

"اس کے ذریعے مقدمہ ہذا، اس اصول کے تحت آ جاتا ہے کہ اگر ایک ٹھوس حقیقت، جرح کے دوران بیان کی گئی ہو اور اس پر کوئی اعتراض رجرح نہ کی جائے تو اسے قبولیت کا اظہار سمجھا جائے گا۔"

اسی قسم کا نکتہ نظر، اس ملک کی سپریم کورٹ کے متعدد فیصلوں میں اختیار کیا گیا ہے۔

اس کے باعث ہم بھی یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہیں کہ جہاں تک اپیل کنندہ کی طرف سے گستاخانہ اور توہین

آمیز الفاظ بولنے کا تعلق ہے، گواہ استغاثہ نمبر 2، مافیہ بی بی کا بیان، بدستور نا قابل تردید رہتا ہے، اس لیے اس بیان کو قبول کیا جاتا ہے اور حتیٰ کہ گواہ استغاثہ نمبر 3، عاصمہ بی بی پر بھی اس ضمن میں نیم دلانہ جرح کی گئی۔

فالسہ کھیت میں چشم دید گواہ کے علاوہ اپیل کنندہ کی بیک وقت موجودگی، دونوں گواہان استغاثہ سے پوچھے گئے اس سوال کے ذریعے قابل تردید نہیں۔ مافیہ بی بی گواہ استغاثہ نمبر 2 سے یوں پوچھا گیا:

''یہ کہنا غلط ہے کہ میں نے ملزمہ آسیہ مسیح کے خلاف اس جھگڑے کی وجہ سے بیان دیا جو اسی دن فالسہ چنتے ہوئے میرے اور آسیہ بی بی کے درمیان پیش آیا۔''

یہی سوال گواہ استغاثہ نمبر 3، عاصمہ بی بی سے کیا گیا جو مندرجہ ذیل ہے:

''یہ کہنا غلط ہے کہ وقوعہ کے روز، میرے اور ملزمہ آسیہ مسیح کے درمیان، متذکرہ باغ میں پینے کے پانی کے معاملے پر جھگڑا پیش آیا۔''

ہم نے محسوس کیا ہے کہ دفاع کی طرف سے چشم دید گواہان کی طرف سے اپیل کنندہ کے خلاف کسی بھی پرانی دشمنی کی نشاندہی نہیں ہوسکی تاکہ اسے اس قسم کے ہولناک جرم میں جھوٹے طور پر ملوث کیا جائے۔ مزید برآں، CW-1، محمد ادریس، ایک آزاد شخص کی گواہی جو اس وقت کھیت میں موجود تھا، چشم دید گواہان کی طرف سے پیش کی گئی گواہی کی بھرپور تصدیق کرتی ہے۔ اصل وقوعہ کے متعلق دونوں چشم دید گواہان کے سیدھے اور غیر متزلزل بیانات کو مدنظر رکھتے ہوئے، ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ان کے بیانات پر یقین نہ کریں۔

۱۳...... جہاں تک اپیل کنندہ کی طرف سے معاملے کے متعلق پولیس کو مطلع کرنے میں تاخیر کے متعلق اعتراض کا تعلق ہے، ہماری رائے یہ ہے کہ یہ چیز، مقدمہ ہذا میں کسی بھی اہمیت کی حامل نہیں جب استغاثہ کی طرف سے پیش کی گئی براہ راست گواہی موافق، مربوط اور نہایت پُر اعتماد ہے کیونکہ اس قسم کی تاخیر صرف اس وقت اہمیت اختیار کرتی ہے جب ایسا معلوم ہو رہا ہو کہ استغاثہ کی گواہی اور مقدمہ کے دیگر حالات، ملزم کے حق میں ہونے جارہے ہیں۔ بصورت دیگر بھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ استغاثہ کی طرف سے معاملے کے متعلق پولیس کو تاخیر سے آگاہ کرنے کے ذریعے کوئی بھی ناجائز فائدہ نہیں حاصل کیا گیا بلکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدعی کی طرف سے مقدمہ کی سنجیدگی اور سنگینی کے باعث معاملہ سے پولیس کو آگاہ کرنے سے قبل، اس نے غیر معمولی احتیاط سے کام لیا۔ مندرجہ بالا بحث کے باوجود بھی، ملزمہ کی طرف سے گواہان استغاثہ کے متعلق کسی بھی قسم کی بدنیتی کا اظہار نہیں کیا گیا۔

۱۴...... دوران تفتیش یا پھر معزز عدالت کے روبرو، جہاں تک وقوعہ کے وقت کھیت میں دیگر خواتین کی غیر موجودگی کے متعلق دلیل کا تعلق ہے، ایک اور معزز عدالت نے پہلے ہی اسی قسم کے ایک مقدمے بعنوان بشیر احمد بنام سرکار (2005 YLR 985) میں فیصلہ کرنے کے دوران نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات مبارکہ میں مختلف واقعات کا حوالہ دینے کے ذریعے متعلقہ معاملے پر تفصیلی گفتگو کی اور فیصلے کے صفحہ نمبر 991 پر یوں تحریر کیا:

''زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان، جرم کو متشکل کرنے کے لیے گواہاں کی بڑی تعداد درکار نہیں اور یہ ضروری نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے خلاف اس قسم کے گستاخانہ اور اہانت آمیز زبان کا استعمال، کھلے عام بلند آواز یا پھر کسی

جلسے میں یا پھر کسی خاص جگہ پر بولنے چاہئیں، بلکہ کسی واحد گواہ کا بیان خواہ کسی نے نبی اکرم ﷺ کے خلاف گھر کے اندر توہین کی، اس قسم کی توہین کا مرتکب فرد، سزائے موت کا مستحق ہے۔“

اس لیے یہ دلیل، صفائی کے موقف کے لیے مفید نہیں۔

۱۵...... ایک نجی گواہ استغاثہ، یعنی گواہ استغاثہ نمبر 1، قاری محمد سالم اور گواہ استغاثہ نمبر 4، محمد افضل کے علاوہ CW-1، محمد ادریس، کی طرف سے ملزمہ کے ماورائے عدالت اقبال جرم کے متعلق گواہی پیش کرنے کا تعلق ہے کہ ملزمہ نے علی الاعلان اپنے جرم کا اقرار کیا، ماورائے عدالت اقبال جرم سمجھا نہیں جا سکتا کیونکہ اقبال جرم کے کسی وقت، تاریخ اور ارتکاب کا ذکر نہیں اور مزید کسی ایسے حالات کا ذکر نہیں جن کے تحت اپیل کنندہ نے مبینہ طور پر جرم کا ارتکاب کیا، مبینہ اقبال جرم کے بیان میں بیان کیے گئے۔

۱۶...... اپیل کنندہ کے فاضل وکیل کی طرف سے عملی مثال (مقدمہ) کا جائزہ لینے کے بعد ہم نے یہ محسوس کیا کہ یہ عملی مثال، مقدمہ ہذا کے حقائق اور حالات پر منطبق نہیں ہوتی جس طرح محمد محبوب عرف بُو بنام ریاست (PLD 2002 Lahore 587) میں ملزم نے مسجد کے صدر دروازے پر اشتہار چسپاں کیا اور استغاثہ کی گواہی ناکافی تھی۔ (PLD 2002 Supreme Court 1048) میں گواہان استغاثہ کو ملزم کے بارے میں مخاصمتی پایا گیا جبکہ مقدمہ ہذا میں فریقین کے درمیان کوئی پرانی دشمنی، مقدمہ کے دوران نہیں پائی گئی بلکہ اس میں تو یہ معاملہ ہے کہ اپنے دیگر افراد خانہ کے ہمراہ اپیل کنندہ، دہائیوں سے مقدمہ ہذا کے مدعی اور گواہان کے ساتھ پُر امن طور پر رہتی رہی ہے۔

تمام حالات پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس امر کو ثابت کرنے کے لیے ریکارڈ پر مناسب اور معقول گواہی موجود ہے کہ اپیل کنندہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کی جو دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان کے تحت جرم متشکل کرتا ہے کیونکہ استغاثہ نے گواہ استغاثہ نمبر 2 اور گواہ استغاثہ نمبر 3 کی براہ راست اور ناقابل تردید گواہی کے ذریعے یہ الزام ثابت کر دیا ہے، جس کی مزید تصدیق CW-1 کے بیان کے علاوہ گواہ استغاثہ نمبر 6، سید محمد امین بخاری، سپرنٹنڈنٹ پولیس کی طرف سے کی گئی تفتیش سے ہو جاتی ہے، اس لیے معزز عدالت کی طرف سے ملزمہ کو جرم کا مرتکب ٹھہرانے کا فیصلہ برقرار رکھا جاتا ہے۔

۱۸...... جہاں تک اپیل کنندہ کو دی گئی سزا کی مقدار کا تعلق ہے، مقدمہ کے اس پہلو اور متعلقہ قانون کا انتہائی باریک بینی سے جائزہ لینے کے بعد ہماری رائے ہے کہ اگر اپیل کنندہ کے جرم کی نوعیت کو کم کرنے کے کوئی حالات موجود بھی ہیں تو پھر بھی عدالت ہذا، قانون کے مطابق دی گئی سزا کو بدل نہیں سکتی جس کا تعین معزز فیڈرل شریعت کورٹ نے مورخہ 30 اکتوبر 1990ء کو محمد اسمٰعیل قریشی بنام پاکستان بذریعہ سیکرٹری لاء اینڈ پارلیمنٹری افیئرز (PLD 1991 FSC10) اور حالیہ مقدمہ الیاس مسیح مونم ایڈووکیٹ و دیگر بنام حکومت پاکستان و دیگر (PLD 2014 FSC 18) نے اپنے فیصلے میں کیا جس میں زیر دفعہ 295-C سزا کے متعلق آخری قانونی حیثیت پر یوں زور دیا گیا ہے:

”اس قانونی مسئلہ کے متعلق کوئی اعتراض اور حجت نہیں ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 203-D کی شق (b)3 کے مطابق، کوئی قانون یا شق جس کی حد تک یہ سمجھا جائے کہ یہ اسلام کے حکم کے متصادم ہے، یہ قانون

یا شق، اسی دن سے غیر موثر ہو جائے گی جس دن سے عدالت کا فیصلہ موثر ہوتا ہے۔ عدالت کے فیصلہ بمطابق مورخہ 30-10-1990، زیر دفعہ جرم 295-C تعزیرات پاکستان، کو قرآن پاک اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت کے حکم کے متصادم قرار دیا اور حکم دیا کہ اسے 30 اپریل 1991ء تک حذف کر دیا جائے۔ جو اپیل، فیڈرل شریعت کورٹ کے مندرجہ بالا فیصلہ کے خلاف دائر کی گئی، اسے بھی مورخہ 19-05-1991 کو سپریم کورٹ کی فیڈرل شریعت کورٹ نے مسترد کر دیا۔ مندرجہ بالا قانونی حیثیت کو فیڈریشن نے سیکرٹری، وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق کے ذریعے مورخہ 04-10-2013 کو پیش کی گئی ایک رپورٹ کے ذریعے واضح طور پر تسلیم کر لیا جس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ، اس حد تک قابل نفاذ ہے کہ زیر دفعہ 295-C، عمر قید کی سزا اس تاریخ سے حذف کی جائے جس دن، 30-04-1991 سے فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ موثر ہوا ہے۔ تاہم، فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ، حتمی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس لیے، سزا، یعنی، عمر قید جس کا تعلق زیر دفعہ 295-C جرائم کے ارتکاب سے ہے، وہ 30-04-1991 سے غیر موثر ہو چکی ہے۔ نتیجے کے طور پر، سیکرٹری، وزارت قانون، انصاف وانسانی حقوق، حکومت پاکستان، اسلام آباد کو عدالت کے فیصلے مورخہ 30-10-1990 پر اس کی روح کے مطابق عمل درآمد کرنے کے لیے مناسب اور ضروری اقدامات کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اسے یہ امر یقینی بنانا ہوگا کہ سزا، زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان، کو تعزیرات پاکستان کے علاوہ قانون کی متعلق کتب میں سے حذف کیا جائے اور رجسٹرار، ہائی کورٹس کو ہدایت کی جائے کہ اسے پاکستان کے تمام جوڈیشل افسروں کو بھجوا دیا جائے۔ اس ضمن میں ایک رپورٹ، سیکرٹری وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، حکومت پاکستان، اسلام کی طرف سے دو ماہ کے اندر پیش کی جائے گی۔"

19...... مندرجہ بالا تمام حالات اور بحث کو مدنظر رکھتے ہوئے اور پھر گواہی کی قابل قبول حیثیت کے متعلق اصول کو منطبق کرنے کے بعد اور اپیل کنندہ کے خلاف زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان، مجرم ٹھہرانے اور سزا دینے کے متعلق اپنی رائے کے بعد ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہی مناسب ہے کہ اپیل کنندہ کے فاضل وکیل کے دلائل پر تبصرہ کیا جائے کہ اس قسم کے مقدمات میں، عدالت کی طرف سے اپنایا گیا طریقہ تفتیش کہ جس کے ذریعے گواہ کی اعتباریت کے متعلق خود کو مطمئن کرنے کے لیے، تزکیہ الشہود ایک جانچ ہونی چاہیے جس طرح عدالت کی طرف سے قوانین حدود (1979) کے تحت جرم کے متعلق بتایا گیا۔ اس ضمن میں کوئی تنازع نہیں کہ اس جانچ پر اطلاق کرتے ہوئے جسے اسلامی قانون کے تحت بخوبی تسلیم شدہ حدود کے نفاذ کے مقدمات میں، عدالت، گواہ کی اعتباریت کے معیار پر جائز طور پر اصرار کر سکتی ہے لیکن ہماری سوچی سمجھی رائے ہے کہ اس قسم کے اعلیٰ سطحی معیار کی گواہی کی اعتباریت کی جانچ کے لیے عملی قانون میں متعلقہ ترمیم کی غیر موجودگی میں تزکیہ الشہود کے قانون کو دیگر مقدمات پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قانونی مفروضہ، ایوب مسیح بنام سرکار (PLD 2002 SC 1048) کے حوالے سے زیر غور آیا لیکن معزز سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیتے ہوئے اس مفروضے کے اطلاق کو پابند نہیں کیا:

"مقدمہ کے استغاثات کے مطابق اپیل کنندہ بریت کا مستحق ہے۔ اس لیے اس موقف کو ظاہر کرنے کی کوئی

ضرورت نہیں کیا جرم زیر دفعہ 295-C تعزیرات پاکستان، حد کا سزاوار ہے جسے اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے ایک متبادل اپیل کی حیثیت سے اس موقف کی حیثیت سے اٹھایا کہ اسے ایسا سمجھا جائے جس پر زور نہیں دیا گیا اور سوال کھلا چھوڑ دیا گیا بشرطیکہ اپیل کنندہ کو مقدمہ کے استحقاقات کے مطابق شک کا فائدہ دینے کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔ اس لیے سوال کو کھلا چھوڑا جاتا ہے۔"

اس لیے، ایک ایسے جرم کے ثبوت کے لیے عملی قانون میں ترمیم کی خاطر از حد ضرورت محسوس کرتے ہوئے جہاں صرف، سزائے موت دی گئی ہو، اس فیصلہ کی ایک نقل، بذریعہ سیکرٹری وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق اسلام آباد، اس ضمن میں ضروری کارروائی کے لیے سپریم کورٹ آف پاکستان کو بھیجی جا رہی ہے۔ مقدمہ ہذا کا رجسٹرار، فیصلہ ہذا کی ایک نقل، متعلقہ حلقوں کو بغیر کسی تاخیر کے بھجوائے گا۔

۲۰...... مندرجہ بالا جن امور کے متعلق گفتگو اور بحث کی گئی، اس کے مطابق فوجداری اپیل نمبر 2509 سال 2010ء مسترد کی جاتی ہے۔ اور یوں مقدمہ قتل نمبر 614 سال 2010ء کا جواب اثبات میں دیا جاتا ہے اور اپیل کنندہ آسیہ مسیح کو دی گئی سزائے موت کی توثیق کی جاتی ہے۔

تاریخ فیصلہ: 16 اکتوبر 2014ء دستخط: جسٹس سید شہباز علی رضوی، جسٹس محمد انوار الحق

ترجمہ: محمد نوید شاہین ایڈووکیٹ، ہائی کورٹ لاہور ہائی کورٹ، لاہور

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا تبلیغی دورہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامعہ دارالعلوم اسلامیہ سمندری ضلع فیصل آباد میں ختم نبوت کورس پروگرام منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں طالبات وخواتین نے حصہ لیا۔ اختتامی تقریب میں شرکاء کورس کو کتب، سند، مختلف لٹریچر ودیگر انعامات سے نوازا گیا۔ یہ تقریب ۷/ربیع الاول بروز منگل دن ۱۱ بجے دارالعلوم اسلامیہ میں ہوئی۔ خطاب مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور مولانا محمد خبیب نے کیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا سید احمد رضا شاہ کی دعا پر اختتام ہوا۔ جبکہ مجلس سمندری کے جنرل سیکرٹری مولانا قاری محمد یونس ودیگر علماء مولانا ریحان فاروقی، مولانا امجد، مولانا نصر اللہ، قاری محمد اعجاز نے شرکت کی۔ بعد نماز ظہر دارالعلوم فیض عام میں مولانا کا بیان طلباء وطالبات سے ہوا۔ ۴ بجے جامعہ عمر فاروق میں طلباء کرام سے خطاب ہوا۔ بعد نماز عصر جامعہ حسینؓ ابن علیؓ پھلور کے مدیر حافظ محمد ندیم سے چک نمبر ۴۲۵ گ، ب میں قاری محمد انور نائب مہتمم جامعہ ربانیہ پھلور سے اظہار تعزیت کی گئی۔ ۸/ربیع الاول بدھ فجر کا درس جامعہ العصر تعلیمی مرکز پیر محل میں ہوا اور مولانا محمد نافع کے جنازہ میں شرکت کی۔ بعد نماز عشاء جامعہ عربیہ نعمانیہ کمالیہ میں کانفرنس سے مولانا شجاع آبادی، مولانا عبید الرحمن ضیاء، قاری عبداللطیف، مولانا محمد خبیب نے خطاب کرتے ہوئے کہا حکومت مدارس دینیہ اور قانون ناموس رسالت کے خلاف غلط قدم نہ اٹھائے۔ کانفرنس میں پیر جی عتیق الرحمن امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کمالیہ، قاری عمر فاروق ودیگر علماء مولانا لطف اللہ، قاری حبیب اللہ، مولانا نور اللہ انور نے شرکت فرمائی۔

احتساب قادیانیت جلد ۵۶ کا مقدمہ

مولانا اللہ وسایا

اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے احتساب قادیانیت کی جلد نمبر ۵۶ پیش خدمت ہے:

۱…… ختم نبوت پر مستند دلیل: مولانا خلیل الرحمن قادری

۲…… مرزائی لاریب غیر مسلم ہیں: مولانا خلیل الرحمن قادری

۳…… مرزا غلام احمد قادیانی کا فلسفہ طاعون اور اس کی سرگذشت: (ایضاً)

۴…… نص قرآنی سے ختم نبوت کا مدلل ثبوت: مولانا خلیل الرحمن قادری

یہ چار رسالے ہیں۔ پہلے رسالہ کا سن تالیف معلوم نہ ہوسکا۔ دوسرے کا سن وتاریخ تالیف، ۸؍جون ۱۹۸۶ء، تیسرے اور چوتھے کا ۲۱؍نومبر ۱۹۸۸ء ہے۔ مصنف نے خود تعارف دیدیا ہے۔ دیکھ لیا جائے گا۔

۵…… ختم نبوت: مولانا محمد رفیق خان پسروری۔ مصنف جامع مسجد کلاں پسرور ضلع سیالکوٹ کے خطیب تھے۔ یہ کتاب دسمبر ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی۔ اس رسالہ میں چالیس احادیث مبارکہ ختم نبوت کے مسئلہ پر جمع کی گئی ہیں۔

۶…… ایمان کے ڈاکو: حضرت مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوریؒ۔ حضرت مولانا محمد رفیق دلاوری، حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے۔ آپ کی رد قادیانیت پر معروف زمانہ کتابیں ’’رئیس قادیان‘‘ اور ’’ائمہ تلبیس‘‘ جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے علیحدہ بار بار شائع کیا۔ وہ احتساب قادیانیت میں شامل نہیں ہیں۔ یہ کتاب بالکل علیحدہ ہے۔ ادارہ الصدیق ملتان سے ہمارے مخدوم حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہؒ نے اولاً اسے اپنے ماہنامہ ’’الصدیق‘‘ ملتان میں قسط وار شائع کیا۔ پھر کتابی شکل میں شائع کیا۔ اب احتساب کی اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۷…… مرزائیت اور عیسائیت: مولانا عبدالقدیر صدانی۔ قاہرہ مصر کے اخبار ’’الفتح‘‘ ۱۰؍شعبان ۱۳۵۴ھ کو ’’من انصار القادیانیین‘‘ مضمون شائع ہوا۔ جس کا حضرت مولانا عبدالقدیر صدانی نے پہلے اخبار مجاہدین میں پھر اس پمفلٹ کے ذریعہ ترجمہ شائع کیا۔ ساٹھ سال بعد دوبارہ اسے اب احتساب قادیانیت کی اس جلد میں محفوظ کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۸…… کیا مرزائے قادیانی عورت تھی: مولانا عنایت اللہ چشتی لاہور۔ دارالعلوم اچھرہ لاہور کے مولانا عنایت اللہ چشتی صاحب نے یہ رسالہ ۱۸؍اکتوبر ۱۹۳۳ء کو مرتب کیا۔

۹…… میں نے مرزائیت کیوں چھوڑی: قاضی خلیل احمد۔ یہ تعلیم گاہ چناب نگر کے متعلم تھے۔ قادیانیت کے ترک کرنے کے اسباب اس رسالہ میں بیان کئے۔

۱۰…… مرزائیوں کی روحانی شکارگاہ: عبدالرزاق مہتہ۔ مرزا قادیانی کے زمانہ میں ایک بدنصیب قادیانی

ہوا۔اس کا نام بھائی عبدالرحمٰن تھا۔اس کے بھائی کا نام ''عبدالرزاق مہتہ'' تھا۔مہتہ صاحب مرزامحمود قادیانی کی خلوتوں اور جلوتوں کا محرم راز اور شریک کار تھا۔خود مرزامحمود کو بھی یہ فیض دیتا رہا۔اس کے پاس مرزامحمود کے خاندان کی اخلاق باختگی کے گواہ یعنی فوٹو تھے۔مرزا ناصر نے ان کو حاصل کرنے کے لئے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کئے۔یہ کراچی چلا گیا۔مرزائی قیادت نے وہاں بھی اس کو دم نہ لینے دیا۔اس نے مرزا ناصر کے متعلق قادیانی قیادت کو ایک درخواست دی۔بعد میں اسے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔یہ آدمی آخر تک قادیانی رہا۔قادیانی کا قادیانیت کے متعلق کیا نظریہ تھا؟ اس کا جواب یہ پمفلٹ ہے۔اس کا مکمل نام (پاپائے ربوہ کے خلاف ایک مرید کا استغاثہ مرزائیوں کی روحانی شکارگاہ) پڑھیے اور قادیانی کمینگی پر قادیانیوں کو ماتم کی دعوت دیجئے۔یہ درخواست ۱۴؍دسمبر ۱۹۷۹ء کو دی گئی۔پھر پمفلٹ چھپا۔اب یہاں ہم محفوظ کر رہے ہیں۔

۱۱...... فتنہ انکار ختم نبوت: جناب مرزا محمد حسین۔مؤلف کتاب،قادیانی جماعت کے دوسرے گرو مرزامحمود کی اولاد کے اتالیق تھے۔درون خانہ کے رازہائے سربستہ سے واقف ہوئے۔پھر نہان خانہ کے عینی گواہ بھی ہوئے۔پھر ان پر مرزا قادیانی کا پورا گھرانہ الف خالی کی طرح عیاں ہوگیا۔یہ قادیانیت سے تائب ہوئے۔اکتوبر ۱۹۷۸ء میں یہ کتاب شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار سے شائع کرائی۔زہے نصیب! آپ بھی ملاحظہ کریں۔

لعنت بر مرزاقادیانی وعلیٰ اله واولاده لا تعد ولا تحصیٰ!

۱۲...... وادئ طلسمات یعنی ساحران ربوہ کی داستان: خواجہ محمد اسماعیل لندنی۔مرزا غلام قادیانی کے دعویٰ نبوت کی جرأت احمقانہ اور روش باغیانہ کے بعد بہت سے قادیانیوں نے بھی اس ملعون کی دیکھا دیکھی جھوٹی نبوت کے دعوے کئے۔ان میں ایک خواجہ محمد اسماعیل تھا۔جو پہلے قادیان میں تھا۔پھر لندن چلا گیا۔یہ خود کو النبی خواجہ محمد اسماعیل (المسیح الموعود) کہتا تھا۔اس ملعون نے اپنی جماعت کا نام ''السابقون'' رکھا اور منڈی بہاءالدین میں دفتر بھی کھولا۔اس رسالہ میں یہ مرزا قادیانی کو مہدی اور خود کو مسیح موعود و نبی قرار دیتا ہے۔ویت نام کی جنگ،چرچل کی موت کو اپنی پیش گوئیاں قرار دیتا ہے۔اس نے چناب نگر (ربوہ) کے قاضی نذیر قادیانی دجال کے جواب میں یہ رسالہ لکھا۔پڑھیں کہ ایک ملعون قادیانی کا ملعون مرید لندنی،اس کے دوسرے مرید قاضی ربوہ کو کاٹنے کے لئے دانت تیز کئے ہوئے ہے۔ہماری طرف سے تینوں (مرزا قادیانی،اسماعیل لندنی،نذیر قاضی) کی حیثیت باطل پر لعنت۔اس لئے ملعون کے رسالہ کو شائع کیا کہ ان حالات سے قارئین باخبر ہوسکیں کہ مرزا ملعون کے دعویٰ نبوت کے بعد کیا کیا لعنتیں لے کر ملعون دنیا میں آئے۔

۱۳...... خلیفہ ربوہ کے دو مذہب،عدالت سے باہر اور عدالت کے اندر: محمد صالح نور۔مرزامحمود کے زمانہ میں اس کے گھناؤنے اور کمینے کردار کے باعث کچھ لوگ مرزامحمود سے متنفر ہوگئے۔انہوں نے ایک جماعت بھی ''احمدیہ حقیقت پسند پارٹی'' بنائی۔یہ قادیانی تھے۔لیکن قادیانی خلیفہ کے مخالف تھے۔اسی پارٹی کے ایڈیشنل سیکرٹری محمد صالح نور تھے جنہوں نے یہ رسالہ لکھا۔اس میں مرزامحمود کے اختلافات قلمبند کئے۔

۱۴...... خلیفہ ربوہ کی مالی بے اعتدالیاں: سبط نور،حقیقت پسند پارٹی۔مرزا قادیانی کا ولی عہد مرزامحمود،عیار

بن عیار۔ مکار بن مکار تھا۔ لوگوں کو ٹھگنا اسے مرزا قادیانی سے وراثت میں ملا تھا۔ وہ پرلے درجے کا بدکار، و بددیانت تھا۔ اس کی بددیانتی پر دشمن تو دشمن خود قادیانی افراد بھی چلا اٹھے۔ ایک قادیانی کا اپنے خلیفہ کی مالی بددیانتیوں کی داستان الم۔ جسے صنم نے بھی سنا تو بت خانے میں پکارا تھا۔ ہری، ہری۔ اس کی تفصیلات کا نام یہ رسالہ ہے۔

۱۵...... مرزا غلام احمد کی تحریر میں مرزا محمود کی تصویر: مرکزی حقیقت پسند پارٹی۔ مرزا قادیانی کی کتابوں کی رو سے اس کے بیٹے کو پرکھنے کے لئے یہ کتابچہ خود قادیانیوں نے تحریر کر کے مرزا محمود کی بولتی بند کر دی اور اس کے منہ میں وہ...... رکھ دیا۔

۱۶...... ربوی راج کے محمودی منصوبے: مرکزی حقیقت پسند پارٹی۔ مرزا محمود کے یکے بعد دیگرے بدکرداری کے واقعات کو دیکھ کر قادیانی جماعت میں انتشار پیدا ہوا۔ کئی آدمی ایسے تھے جو عقیدۃً قادیانی تھے۔ مگر مرزا محمود کے خلاف رہے۔ انہوں نے حقیقت پسند پارٹی کے نام پر کام کرنا شروع کیا۔ اس کی ایڈہاک کمیٹی میں بشیر رازی، صلاح الدین ناصر، چوہدری عبدالحمید، ملک عزیز الرحمان، محمد یوسف ناز، عبدالمجید اکبر، صالح نور وغیرہ ایسے لوگ شامل تھے۔ انہوں نے یہ کتابچہ مرتب کیا۔ ۱۲؍ستمبر ۱۹۵۷ء کو یہ شائع ہوا تھا۔ اب پھر ستاون سال بعد احتساب کی اس جلد میں اسے محفوظ کر رہے ہیں۔

۱۷...... ربوہ کا مذہبی آمر: جناب راحت ملک سابق قادیانی

۱۸...... مرزا محمود ہوش میں آؤ: جناب راحت ملک سابق قادیانی

یہ دونوں رسائل جناب راحت ملک کے ہیں۔ جن کا اصل نام ملک عطاء الرحمٰن تھا۔ یہ گجرات کی قادیانی فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ پورا خاندان قادیانی تھا۔ ان کے بھائی ملک عبدالرحمٰن خادم تھا۔ جو قادیانی عقائد و نظریات کا پشتیبان تھا۔ احمدیہ پاکٹ بک کا مصنف تھا۔ اللہ رب العزت کی شان قدرت ہر لمحے نرالی ہے۔ پورا خاندان قادیانی۔ ایک بھائی قادیانیت کو دجل و فریب کے گر سکھانے والا تھا۔ دوسرے بھائی کو اللہ رب العزت موسیٰ بشیر یعنی رسوائے عالم مرزا محمود کے بخیئے ادھیڑنے کے لئے کھڑا کر دیا۔ ’’مرزا محمود ہوش میں آؤ‘‘ یہ مختصر چند صفحاتی پمفلٹ لکھ کر مرزا محمود کو نتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ مرزا محمود کو نتھ ڈالنا خنزیر پر سواری کرنے سے کیا کم مشکل امر تھا۔ اس پمفلٹ سے مرزا محمود دولتیاں چلانے لگا۔ دنیائے قادیانیت جانتی ہے کہ مرزا محمود کے منہ کھولتے ہی غلاظت کے ڈھیر نکلنے شروع ہو جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ برتن سے وہی نکلے گا جو اس میں ہے۔ مرزا محمود بدزبانی پر اتر آیا تو جناب راحت ملک نے اس اپنے رسالہ ’’مرزا محمود ہوش میں آؤ‘‘ کی شرح لکھنی شروع کر دی۔ جس کا نام ’’ربوہ کا مذہبی آمر‘‘ ہے۔ ان دونوں رسائل میں انہوں نے مرزا محمود کے تن بدن سے اس کے لباس کو تار تار کر دیا ہے۔ لیکن ان کے قلم نے کہیں بھی ایسی روش اختیار نہیں کی کہ جس سے اسے فحاشی کا مرتکب قرار دیا جاسکے۔ دونوں رسائل کا اس جلد میں ریکارڈ ہو جانا بہت ٹھیک ہو گیا کہ مرزا محمود ایسے رذیل کی رذالت بوتل میں بند ہو گئی۔ ’’ربوہ کا مذہبی آمر‘‘ کا ستمبر ۱۹۵۸ء میں دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ جب کہ دوسرا پمفلٹ اس سے بھی قبل کا ہے۔ نصف صدی بعد یہ رسائل دوبارہ چھپ رہے ہیں۔

غرض احتساب قادیانیت کی جلد ہذا (یعنی چھپن جلد) میں ذیل کے حضرات کے رسائل جمع ہو گئے۔

۱...... مولانا خلیل الرحمٰن قادری راولپنڈی	کے	۴	رسائل
۲...... مولانا محمد رفیق خان پسروری	کا	۱	رسالہ
۳...... حضرت مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری	کا	۱	رسالہ
۴...... مولانا عبدالقدیر صمدانی	کا	۱	رسالہ
۵...... مولانا عنایت اللہ لاہوری	کا	۱	رسالہ
۶...... قاضی خلیل احمد صدیقی سابق قادیانی	کا	۱	رسالہ
۷...... عبدالرزاق مہتہ قادیانی	کا	۱	رسالہ
۸...... جناب مرزا محمد حسین سابق قادیانی	کی	۱	کتاب
۹...... خواجہ محمد اسماعیل لندنی جھوٹا مدعی نبوت	کا	۱	رسالہ
۱۰...... جناب محمد صالح نور سابق قادیانی	کا	۱	رسالہ
۱۱...... جناب سیٹھ نور، رکن حقیقت پسند پارٹی	کا	۱	رسالہ
۱۲...... مرکزی حقیقت پسند پارٹی قادیانی	کے	۲	رسائل
۱۳...... جناب راحت ملک سابق قادیانی	کے	۲	رسائل

گویا ۱۳ افراد کے کل ۱۸ رسائل وکتب

اس جلد میں شامل اشاعت ہیں۔ حق تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین! ان رسائل کے لکھنے والے تیرہ حضرات میں سے آٹھ حضرات ایسے ہیں جن کا قادیانیت سے تعلق تھا۔ جو ان رسائل کے تحریر کرتے وقت بھی قادیانی یا سابق قادیانی تھے۔ امید ہے کہ مزید احتساب قادیانیت کی دو جلدیں بھی شاید قادیانیت زدہ حضرات کی قادیانیت کی تردید پر ہو جائیں۔ اچھا جو اللہ رب العزت کو منظور ہوگا۔ محتاج دعا: فقیر اللہ وسایا!

۱۵ر جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ، بمطابق ۱۶ر اپریل ۲۰۱۴ء

تبصرہ کتب

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے...... ادارہ

دفاع حضرت حسینؓ، مصنف: مولانا عبدالجبار سلفی، صفحات: ۲۸۶، قیمت: درج نہیں، ناشر: ادارہ مظہر التحقیق متصل جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک ملتان روڈ لاہور۔

رفض وخوارج دو ایسے طبقے ہیں جو اپنی محروم القسمتی کے باعث جادۂ حق وراہ ثواب سے دور زورو ضلالت کی گود میں جا پڑے ہیں۔ ہمارے ہاں کا المیہ یہ ہے کہ رفض کی تردید میں خام ذہن لوگوں کے ذہن خارجیوں کے جراثیم کی آماجگاہ بن جاتے ہیں اور خارجیت کا رد کرنے والوں پر رفض نوازی کی پھبتی کسی جاتی ہے یا انہیں رافضیت سے متاثر ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ لیکن انصاف سے دیکھا جائے تو اگر ۲۲؍رجب کو کونڈے کرنا سیدنا معاویہؓ کے وصال پر خوشی منانا رفض کی ہموائی ہے تو ۱۰؍محرم کو نکاح کی ترغیب دینا کیا یہ خارجیت کے ذہن کی مسموم کارروائی نہیں؟ انصاف یہ ہے کہ دونوں راہ اعتزال ہی قرار پائیں گے۔ کراچی کے محمود عباسی، لاہور کے محمد دین بٹ ایسے خارجیوں نے حضرات اہل بیتؓ سے دشمنی کو حب صحابہؓ کے پردہ میں چھپا کر پیش کرنا چاہا تو بہت سارے لوگ رافضیت کی مسموم ومذموم کارروائیوں کا تریاق سمجھ کر اس خارجی ٹولہ کے فریب کا شکار ہوئے۔ اب تو اس ذہن نے باقاعدہ ایک ''شرذمہ قلیلہ'' کی شکل اختیار کرلی ہے۔ اگست ۲۰۰۹ء کے ماہنامہ رسالہ ''حق چار یار'' میں مولانا عبدالجبار سلفی نے قسط وار ''یزیدی فتنہ'' کے نام سے اس مسموم ذہن کے خلاف لکھنا شروع کیا۔ ان خارجیوں نے ایک آدھ بار جواب آں غزل میں کچھ کہنا چاہا تو مولانا سلفی کے قلم نے ان کا مزید تعاقب تیز کردیا۔ وہ بیچارے ایک ایک کرکے ڈھیر ہوتے رہے اور مولانا کا قلم تحقیق کی شاہراہ پر فراٹے بھرتا رہا۔ اگست ۲۰۰۹ء کا سفر مارچ ۲۰۱۴ء کو جا کر تھما۔ گزرنے والے نشانات منزل کو شمار کیا گیا تو پچاس قسطیں ہوچکی تھیں۔ انہیں کو ترتیب دیا تو زیر نظر کتاب معرض وجود میں آگئی۔ سیدنا حسینؓ کا دفاع، پیغمبر علیہ السلام کے دفاع سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی حقیقت اس کتاب میں ملاحظہ ہو۔ ورنہ آخرت میں کھلی آنکھوں سے نظارہ تو ہونا ہی ہے۔

مثالی خواتین: حافظ محمد اسحاق ملتانی: صفحات: ۳۵۳: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان۔

پیش نگاہ کتاب خواتین کے علم وفضل، زہد وعبادت اور حیا وپاکدامنی کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے۔ امم سابقہ اور امت کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کا ذکر خیر نہایت عمدہ اور سلیجھے ہوئے انداز میں کیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات، بنات، طیبات، صحابیات، کریمات، تابعیات اور بعد کی نیک خصلت، عفائف کے حالات دلکش پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہر طبقہ کی عورتوں کا تذکرہ مستقل باب کے تحت کیا ہے۔ عنوانات خوب ہیں۔ واقعات کی ترتیب، ذوق سلیم اور طبع مستقیم کی عکاسی کرتی ہے۔ سرورق عمدہ، کاغذ وطباعت قدرے بہتر ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں نافع ہے۔

جماعتی سرگرمیاں

ادارہ

سہ ماہی اجلاس مبلغین حضرات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغین کا اجلاس ۲۴ر جنوری دفتر مرکزیہ میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد کراچی، مولانا توصیف احمد حیدرآباد، مولانا محمد علی صدیقی میرپورخاص، مولانا مختار احمد تھرپارکر، مولانا تجمل حسین نواب شاہ، مولانا محمد حسین ناصر سکھر، مولانا مفتی محمد راشد مدنی رحیم یارخان، مولانا محمد قاسم رحمانی بہاولنگر، مولانا عبدالحکیم نعمانی چیچہ وطنی، مولانا عبدالستار گورمانی خانیوال، مولانا غلام حسین جھنگ، مولانا خالد عابد سرگودھا، مولانا عبدالستار حیدری خوشاب، مولانا محمد عارف شامی گوجرانوالہ، مولانا فقیر اللہ اختر سیالکوٹ، مولانا زاہد وسیم راولپنڈی، مولانا محمد طیب اسلام آباد، مولانا عابد کمال پشاور، مولانا محمد اقبال ڈیرہ غازیخان، مولانا خبیب احمد ٹوبہ ٹیک سنگھ، مولانا قاضی عبدالخالق مظفرگڑھ، مولانا محمد عثمان کوئٹہ، مولانا مفتی خالد میر آزاد کشمیر، مولانا عبدالرشید غازی فیصل آباد سمیت کئی ایک حضرات نے شرکت کی۔ اجلاس میں گذشتہ سہ ماہی میں وفات پانے والے علماء کرام، مشائخ عظام، جماعتی کارکنوں، حضرت اقدس میاں سراج احمد دین پوریؒ، حضرت مولانا محمد نافع جامعہ محمدی شریف جھنگ، مولانا جمشید احمد رائے ونڈ، مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو لاڑکانہ، مولانا مجاہد خان الحسینی نوشہرہ، مولانا قاضی حمد اللہ مہتمم دارالہدیٰ ٹھیڑھی، مولانا رشید احمد سومرو خیرپورمیرس، مولانا بشیر احمد شاہ جمالیؒ ڈیرہ غازیخان، مولانا قاری محمد ابراہیم فیصل آباد، الحاج میاں عبدالخالق والد محترم مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا نور محمد تونسوی ترنڈہ محمد پناہ، حافظ مشتاق احمد انبالوی سیدوالا ننکانہ، مولانا سعید احمد بہاولنگر، مولانا محمد امین نقشبندی خانیوال، حافظ فلک شیر جھنگویؒ، حاجی محمد یوسف خانیوال، حاجی بھائی عبدالرحمان گوجرانوالہ، ملک غلام فرید برادر محترم مولانا محمد اسحٰق ساقی، سسر حافظ محمد ندیم پھلور ٹوبہ ٹیک سنگھ، مولانا نور محمد جمالی کوٹ میر محمد خیرپور میرس، مولانا محمد قاسم سیوطی مبلغ منڈی بہاؤالدین کے نانا جان، سعودی عرب کے فرمانروا شاہ عبداللہ سمیت جماعتی رفقاء کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا اور مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

فرانس میں گستاخانہ خاکوں کی دوبارہ اشاعت پر رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے حکمرانوں سے مطالبہ کیا کہ: ۱......او.آئی.سی کا اجلاس بلاکر فرانس سمیت یورپ سے دوٹوک بات کی جائے۔ ۲......اقوام متحدہ کو مقدس شخصیات کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے قانون سازی پر مجبوراً کیا جائے۔ ۳......فرانس کو حکومتی سطح پر معافی مانگنے پر مجبور کیا جائے۔ بصورت دیگر فرانس کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کئے جائیں۔

اجلاس میں ملک بھر میں علماء کرام، مشائخ عظام، جماعتی کارکنوں پر بننے والے بوگس کیسز کے حوالے

سے مطالبہ کیا گیا کہ مولانا ظفر احمد قاسم وہاڑی، مولانا قاری محمد طیب بورے والا، مجلس رحیم یار خان کے امیر مولانا قاضی شفیق الرحمان، جامع مسجد عائشہ لاہور کے خطیب مولانا محبوب الحسن طاہر، مجلس کے مرکزی راہنما محمد اسماعیل شجاع آبادی کے خلاف بنائے جانے والے بوگس کیس خارج کئے جائیں۔ مجلس شیخوپورہ کے مبلغ مولانا ریاض احمد وٹو، ناظم اعلیٰ قاری محمد الیاس کی گرفتاری کی پرزور مذمت کی گئی اور اسے قادیانی ڈی.آئی.جی خدا بخش کھوکھر کی قہرستانی قرار دیا گیا۔ مطالبہ کیا گیا کہ مذکورہ بالا علماء کرام کے خلاف بنائے جانے والے کیس ختم کئے جائیں اور خدا بخش کھوکھر کو اہم عہدہ سے برطرف کیا جائے۔ مبلغین اور جماعتی کارکنوں کو ہدایت کی گئی کہ مجلس کے بزرگوں کے طرز عمل کے مطابق قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے تبلیغی سرگرمیوں کو برقرار رکھا جائے۔ دینی راہنماؤں اور جماعتی کارکنوں کے خلاف بنائے جانے والے ۱۱ہزار کیسز میں سے پچانوے فیصد کیس جعلی اور علماء کرام کو ہراساں کرنے کے لئے ہیں۔ لہٰذا انہیں خارج کیا جائے۔ مدارس کی رجسٹریشن کے سلسلہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی پالیسی کو متوازن قرار دیتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ مدارس اور دینی اداروں کی رجسٹریشن کے طریقہ کار کو سہل کر کے رجسٹریشن کا عمل جلدی مکمل کیا جائے۔

۲۶ر مارچ فیصل آباد، ۳۰،۳۱ر مارچ رحیم یار خان، ۴ر اپریل قصور، ۲۴ر اپریل حیدر آباد میں ختم نبوت کانفرنسز کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ ۵تا۷ر فروری، ۱۲تا۱۴ر فروری، ۲۶تا۲۸ر فروری کو لاہور میں تین مقامات پر ختم نبوت کورسز، ایسے ہی گوجرانوالہ ۱۱تا۱۳ر فروری، ۲۷،۲۸ر فروری، یکم ر مارچ کو گوجرانوالہ، ۲۷،۲۸ر فروری کو سرگودھا میں ختم نبوت کورسز کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ ملک بھر کے جماعتی کارکنوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے حسب سابق تبلیغی پروگراموں کو جاری رکھیں۔ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کسی قسم کی کمی وکوتاہی کا ارتکاب نہ کریں۔ مبلغین نے اپنے اپنے حلقوں میں ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے کی جانے والی سرگرمیوں کی رپورٹ پیش کی کہ ملک بھر میں فرانسیسی خاکوں کے خلاف مظاہرے، ریلیاں نکالی گئیں اور احتجاج ریکارڈ کرایا۔

پریس ریلیز

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم نشرواشاعت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا عمر حیات، مولانا عبدالنعیم نے مختلف جتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ خطباء حضرات سیرت کے مختلف عنوانات پر روشنی ڈالتے ہوئے ختم نبوت کی اہمیت اور فضیلت اور قادیانیوں کے غلط عقائد کو بھی اپنے موضوع کا حصہ بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ نے کسی بھی دور میں جھوٹے مدعی نبوت کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ مجاہدین ختم نبوت نے قادیانیوں کو ہر محاذ پر شکست سے دوچار کیا۔ انہوں نے کہا کہ تحفظ ناموس رسالت قانون اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کا تحفظ کرتے رہیں گے۔ عقیدہ ختم نبوت کہ تحفظ کے لیے کسی قسم کی قربانی دینے سے گریز نہیں کریں گے بلکہ اپنا تن، من، دھن سب کچھ تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے لیے قربان کردیں گے۔ انہوں نے کہا قادیانیوں کی چالبازیوں اور ان کے مکروفریب سے بچنا تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔

خصوصی اشاعت

حکیم العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

کی یاد میں ماہنامہ لولاک نے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔

حضرت الامیر رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ، متعلقین کی خدمت میں درخواست ہے کہ حضرت کے حوالے سے اپنی تحریرات، تأثرات، تعزیتی پیغامات اور مضامین ومقالات ارسال فرمادیں۔ نیز جن حضرات کے پاس حضرت کے مکتوبات، ملفوظات، افادات یا کسی بھی قسم کی تحریرات محفوظ ہوں۔ وہ درج ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔ انشاء اللہ شکریے کے ساتھ شامل اشاعت کی جائیں گی۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

رابطے کے لیے

(مولانا) عزیز الرحمٰن ثانی 0300-4304277 (مولانا) حبیب الرحمٰن باب العلوم کہروڑ پکا 0300-6851059

(مولانا) حافظ محمد انس 03017500173 (مولانا) عبداللہ معتصم 0334800055

ای میل ایڈریس: khatmenubuwwat@ymail.com

دفتر ماہنامہ لولاک، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

سلام زندہ باد
فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی
تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد
تاریخی عظیم الشان
ختم نبوت کانفرنس
ان شاء اللہ
بعد نماز مغرب
4 اپریل 2015 بروز ہفتہ بمقام ڈگری کالج گراؤنڈ قصور
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قصور
رابطہ نمبرز
0300-7577756
0321-6887279
0300-6950984

سلام زندہ باد
فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی
تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد
تاریخی عظیم الشان
ختم نبوت کانفرنس
ان شاء اللہ
بعد نماز مغرب
24 اپریل 2015 بروز جمعہ بمقام میانی روڈ نزد ٹاور مارکیٹ حیدر آباد
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدر آباد
رابطہ نمبرز
0300-9899402
0302-3623805

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

ضروری اعلان

قادیانیت کے خلاف ابتداء سے آج تک جولکھا گیا اس میں سے وہ کتب ورسائل جو ایک بار شائع ہوئے اور پھر نایاب ہوگئے جنہیں اب تلاش کرنا یا ان سے استفادہ کرنا ممکن نہ رہا۔ ان کو دوبارہ شائع کرنے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ''ایک منصوبہ'' کا آغاز کیا تاکہ ردقادیانیت پر لکھنے والے حضرات کی نایاب کتب ورسائل یکجا کردیئے جائیں۔

چنانچہ ۱۹۸۹ء میں اس منصوبہ پر کام کا آغاز ہوا اور ''احتساب قادیانیت'' کے نام سے نایاب کتب ورسائل کو یکجا کرنا شروع کیا گیا۔

قارئین اور علم دوست یہ جان کر خوشی محسوس کریں گے کہ پچیس سال کی محنت شاقہ سے ''احتساب قادیانیت'' کی ''ساٹھ (۶۰)'' جلدیں مکمل ہوگئی ہیں۔ ان میں سے اٹھاون چھپ چکی ہیں۔ دوجلدیں پریس میں ہیں۔

احتساب قادیانیت کی ان ساٹھ جلدوں میں تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء، حتیٰ کہ سابق قادیانی یا قادیانی قیادت سے بیزار قادیانیوں اور مسیحی قلمکاروں سمیت تین سوستاون (۳۵۷) حضرات کے سات سوستتر (۷۷۷) رسائل وکتب جمع کردیئے گئے ہیں۔ ساٹھ جلدوں کی ضخامت چونتیس ہزار (۳۴۰۰۰) صفحات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

ساٹھ جلدوں پر احتساب قادیانیت کے سلسلہ کو مکمل طور پر بند کردیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ احتساب قادیانیت کی جلد اوّل سے لے کر جلد ساٹھ تک مکمل سیٹ گیارہ ہزار دوسو (۱۱۲۰۰) روپے میں دستیاب ہے۔ آج کے بعد جو جلد شارٹ ہوگی وہ دوبارہ شائع نہیں کی جائے گی۔ اس لئے جن دوستوں نے مکمل سیٹ خریدنا ہے یا اپنے سیٹ کو مکمل کرنا ہے وہ اوّلین صورت میں اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ ورنہ بعد میں نامکمل سیٹ پر اکتفا کرنا ہوگا۔

احتساب قادیانیت جلد اوّل یکصد روپیہ...... جلد نمبر۲ سے جلد نمبر ۲۵ تک فی جلد ڈیڑھ صد روپیہ...... جلد نمبر ۲۶ سے لے کر جلد نمبر ۵۵ تک فی جلد دوسو روپیہ...... جلد نمبر ۵۶ سے جلد نمبر ۶۰ تک فی جلد تین صد روپیہ کے حساب سے ساٹھ (۶۰) جلدوں کی کل قیمت گیارہ ہزار دوسو (۱۱۲۰۰) روپے بنتی ہے۔ جس صاحب کو جونسی اور جتنی جلدیں درکار ہوں اتنی رقم پیشگی بھجوانا ضروری ہے۔ امید ہے کہ رفقاء اپنے اپنے ''احتساب قادیانیت'' کے سیٹ کو جلد مکمل کرلیں گے۔ ردقادیانیت پر اتنا بڑا خزانہ خالصتاً توفیق الٰہی سے اس کا حصول ممکن ہوا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایک تبلیغی ادارہ ہے۔ منافع پر کتب شائع نہیں کی جاتیں۔ قریباً لاگت پر مجلس، رفقاء کو کتب مہیا کرتی ہے۔ گیارہ ہزار میں ساٹھ جلدیں...... کیا یہ ریکارڈ نہیں؟ اعزازی کتب کے لئے حکم نہ فرمائیں۔ ہمیں انکار کرنے میں بہت ہی شرمساری اٹھانا پڑتی ہے۔ مطلوبہ کتب کے لئے پیشگی رقم کا منی آرڈر آنا ضروری ہے۔ دینی مدارس کے حضرات سے خصوصی درخواست ہے کہ وہ اپنے مدرسہ/جامعہ کی لائبریری کے لئے مکمل سیٹ رکھوانے کے لئے خاص توجہ فرمائیں۔ یہ ایک ضرورت بھی ہے اور تعاون بھی۔ امید ہے کہ توجہ فرمائی جائے گی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

رابطہ کے لئے
0301-7500173
0333-8827001